جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

النور

امان۔شہادت ۱۳۸۶ھش
مارچ۔اپریل ۲۰۰۷ء

المسیح الموعود نمبر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
حضرت المسیح الموعود علیہ السلام کی قبر پر دعا فرما رہے ہیں

Seated on carpet (L-R): Maudood Ahmad, Muhammed Owusu, Rafi Ahmed, Naveed Ahmad, Basit Khan, Sher Ali Basharat, Farooq Malik, Arshad Janjua, Rashid Mian Syed, Syed Fazal Ahmad, Basharat Wadan, Imran Ahmad Siddiqui, Shahid F. Bukhari, Abdul Matin Khan.

On chairs, L-R: Munawar Malik, Dawood Munir, Syed Sajid Ahmad, Akram Chaudhry, Habeeb M Shafeek, Mubarak Malik, Imam Zafrullah Hanjra, Dr. Wajeeh Bajwa, Rasheed Ahmad, Khalid Ata, Munawar Saqib, Yahya Muhammad, Kalim Rana, BK Ahmad, Monas Chaudhry, Malik Mubarak Ahmad, Mujahid Mahmood.

Standing first row L-R: Rafi Malik, Chairul Bahri, Anees Ahmad, Naseem Ahmed, Naeem Ahmad, Bashiruddin Shams, Munir Ahmad, M. Zafar Iqbal, Rizwan Qadir, Abdul Rehman Chaudhry, Abdullah Ennin, Munir Malik, Abdul Shakur Malik, Naseer Siddique, Syed Mubarak Ahmad, Mohammad Shabooti, Mushtaq Chaudhary, Abdul Basit, Nazir Ahmad.

Standing 2nd row L-R: Evan Omar Wicks, Salahuddin Shams McGee, Abdul Manan, Latif Nasir, Majeed Malik, Halim Chaudhry, Hafeezullah Khan, Munawar Malik, Muhammad Aminuddin, Suhail Kausar, Munawar Malik, Abu Bakr, Jameel Ghauri.

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (2:258)

النور

مارچ۔اپریل 2007

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِO (النحل 52:16)

اور اللہ نے کہا کہ دو دو معبود مت پکڑو۔ یقیناً وہ ایک ہی معبود ہے۔ پس صرف مجھ سے ہی ڈرو۔

(700 احکامِ خُداوندی صفحہ 46)

قرآن کریم

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ق وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُوا لْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○

(الجمعة 62 : 3-5)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اُس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر: یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے اُمّیوں میں اپنا رسول بھیجا جو اُن پر آیاتِ الٰہیہ کی تلاوت کرتا اور ان کا تزکیہ نفس کرتا اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ اور وہ خدا ہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا اور پھر آپ کے ذریعہ ایک ایسی جماعت پیدا کرے گا جو صحابہؓ کے رنگ میں کتاب جاننے والی پاکیزہ نفس اور علم و حکمت سے واقف ہوگی۔ گویا وہی کام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نئے سرے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کرنا ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ کلام الٰہی جو اپنی ضرورت کو پورا کر لیتا ہے مٹا دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ ایک نیا قانون نازل کیا جاتا ہے تو کیا قرآن کریم بھی کسی وقت منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر ع۱) یعنی یقیناً ہم نے ہی اس کتاب کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اور جس تعلیم کی حفاظت کی جائے اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ آئندہ بھی تمام تعلیموں سے افضل رہے گی۔

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 104)

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی للّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ نُوْدِیَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ ، یَاعَبْدَ اللّٰہِ! هٰذَا خَیْرٌ فَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ ، وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ ، وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ ، وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ ؓ: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَاعَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ یُدْعیٰ اَحَدٌ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ کُلِّهَا ؟ قَالَ: نَعَمْ وَارْجُوْا اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ۔

(بخاری کتاب الصوم باب الریان للصائمین)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص خدا کی راہ میں جس نیکی میں ممتاز ہوا اسے اس نیکی کے دروازے میں جنت کے اندر آنے کے لئے کہا جائے گا۔ اسے آواز آئے گی۔ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اسی سے اندر آؤ، اگر وہ نماز پڑھنے میں ممتاز ہوا تو نماز کے دروازے سے اسے بلایا جائے گا۔ اگر جہاد میں ممتاز ہوا تو جہاد کے دروازے سے، اگر روزے میں ممتاز ہوا تو سیرابی کے دروازے سے، اگر صدقہ میں ممتاز ہوا تو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں جسے ان دروازوں میں سے کسی ایک سے بلایا جائے اسے کسی اور دروازے کی ضرورت تو نہیں لیکن پھر بھی کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے آواز پڑے گی؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہدایت اور ضلالت کے ہزار سالہ اَدوار میں

حضرت اقدسؑ کا دورِ ہدایت ساتواں ہزار ہے

جیسا کہ سورۃ والعصر میں یعنی اس کے حروف میں ابجد کے لحاظ سے قرآن شریف میں اشارہ فرما دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں جب وہ سورۃ نازل ہوئی تب آدم کے زمانے پر اسی قدر مدت گزر چکی تھی جو سورۃ موصوفہ کے عددوں سے ظاہر ہے۔اسی حساب سے انسانی نوع کی عمر میں سے اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گزر چکے ہیں اور ایک ہزار برس باقی ہیں۔قرآن شریف میں بلکہ اکثر پہلی کتابوں میں یہ نوشتہ موجود ہے کہ وہ آخری مرسل جو آدم کی صورت پر آئے گا اور مسیح کے نام سے پکارا جائے گا ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوا یہ تمام نشان ایسے ہیں کہ تدبر کرنے والے کے لئے کافی ہیں اور ان سات ہزار برس کی قرآن شریف اور دوسری خدا کی کتابوں کی روح سے تقسیم یہ ہے کہ پہلا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا زمانہ ہے اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلط کا زمانہ ہے اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا۔اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا۔یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد ﷺ دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا اور پھر چھٹا ہزار شیطان کے کھلنے اور مسلط ہونے کا زمانہ ہے جو قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر پر ختم ہو جاتا ہے اور پھر ساتواں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ہر ایک خیر و برکت اور ایمان اور اصلاح اور تقویٰ اور توحید اور خدا پرستی اور ہر ایک قسم کی نیکی اور ہدایت کا زمانہ ہے۔اب ہم ساتویں ہزار کے سر پر ہیں۔اس کے بعد کسی دوسرے مسیح کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ زمانے سات ہی ہیں جو نیکی اور بدی میں تقسیم کئے گئے ہیں۔اس تقسیم کو تمام انبیاء نے بیان کیا ہے کسی نے اجمال کے طور پر اور کسی نے مفصل کے طور پر اور یہ تفصیل قرآن شریف میں موجود ہے جس سے مسیح موعود کی نسبت قرآن شریف میں سے صاف طور پر پیشگوئی نکلتی ہے۔اور یہ عجیب بات ہے کہ تمام انبیاء اپنی کتابوں میں مسیح کے زمانہ کی کسی نہ کسی پیرایہ میں خبر دیتے ہیں اور نیز دجّالی فتنہ کو بھی بیان کرتے ہیں۔اور دنیا میں کوئی پیشگوئی اس قوت اور تواتر کی نہیں ہوگی جیسا کہ تمام نبیوں نے آخری مسیح کے بارہ میں کی ہے۔

(لیکچر لاہور۔روحانی خزائن جلد20صفحہ 185تا186)

کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اسلام کے محاسن کیونکر بیاں کروں مَیں
سب خشک باغ دیکھے پھولا پھلا یہی ہے

ہر جا زمیں کے کیڑے دِیں کے ہوئے ہیں دُشمن
اسلام پر خُدا سے آج ابتلاء یہی ہے

تھم جاتے ہیں کچھ آنسو یہ دیکھ کر کہ ہر سُو
اس غم سے صادقوں کا آہ وبُکا یہی ہے

سب مُشرکوں کے سَر پر یہ دیں ہے ایک خنجر
یہ شرک سے چُھڑائے ان کو اذٰی یہی ہے

کیوں ہو گئے ہیں اس کے دشمن یہ سارے گمراہ
وہ رہنما ہے رازِ چُون و چرا یہی ہے

دِیں غار میں چُھپا ہے اِک شور کُفر کا ہے
اب تُم دُعائیں کرلو غارِ حرا یہی ہے

وُہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وُہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وُہ دلبر
جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے

اس عشق میں مصائب سَو سَو ہیں ہر قدم میں
پر کیا کروں کہ اُس نے مجھ کو دیا یہی ہے

جب سے ملا وُہ دلبر دُشمن ہیں میرے گھر گھر
دل ہو گئے ہیں پتھر قدر و قضا یہی ہے

دلبر کی رَہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہشیار ساری دُنیا اِک باؤلا یہی ہے

مُجھ کو ہو کیوں ستاتے سَو افتراء بناتے
بہتر تھا باز آتے دُور از بلا یہی ہے

جس کی دُعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وُہ میرزا یہی ہے

اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دُکھانا
گُستاخ ہوتے جانا اس کی جزا یہی ہے

اس دیں کی شان و شوکت یاربّ مُجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مِٹا دے میری دُعا یہی ہے

کُچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے

خطبہ جمعہ

برکت ہمیشہ نظامِ جماعت کی اطاعت اور اس کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہی ہے
جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے

اطاعت نظام اور وحدت کے متعلق قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں تاکیدی نصائح

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
27راگست 2004ء بمطابق 27رظہور 1383 ہجری شمسی بمقام بیت الرشید ہمبرگ (جرمنی)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○

(سورة النساء 4 : 60)

اس کا ترجمہ ہے اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی، اور اگر تم کسی معاملے میں اُوْلُو الْاَمْر سے اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو۔ اگر فی الحقیقت تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر طریقہ ہے اور اپنے انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

کسی بھی قوم یا جماعت کی ترقی کا معیار اور ترقی کی رفتار اس قوم یا جماعت کے معیار اطاعت پر ہوتی ہے۔ جب بھی اطاعت میں کمی آئے گی ترقی کی رفتار میں کمی آئے گی۔ اور الٰہی جماعتوں کی نہ صرف ترقی کی رفتار میں کمی آتی ہے بلکہ روحانیت کے معیار کے حصول میں بھی کمی آتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار دفعہ اطاعت کا مضمون کھولا ہے۔ اور مختلف پیرایوں میں مومنین کو یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ کی اطاعت اس وقت ہوگی جب رسول کی اطاعت ہوگی۔ کہیں مومنوں کو یہ بتایا کہ بخشش کا یہ معیار ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور تمام احکامات پر عمل کریں تو پھر مغفرت ہوگی۔ پھر فرمایا کہ تقویٰ کے معیار بھی اس وقت قائم ہوں گے بلکہ تم تقویٰ پر قدم مارنے والے اس وقت شمار ہوگے جب اطاعت گزار بھی ہوگے۔

اور جب تم اپنی اطاعت کے معیار بلند کر لو گے تو فرمایا تم ہماری جنتوں کے وارث ٹھہرو گے۔ تو اس طرح اور بھی بہت سے احکام ہیں جو مومنوں کو

اطاعت کے سلسلہ میں دیئے گئے ہیں۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی خدا تعالیٰ نے اطاعت کے مضمون کو ہی بیان فرمایا ہے، یہ فرمانے کے بعد کہ اے مومنو! اے وہ لوگو! جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم اللہ پر بھی ایمان لائے اور اس کے رسول پر بھی ایمان لائے ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی پیروی کرو۔ اور پھر ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ تمہارے جو عہدیدار ہیں، تمہارے جو امیر ہیں تمہارا جو بنایا ہوا نظام ہے، جو نظام تمہیں دیا گیا ہے اس کی بھی اطاعت کرو۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اختلاف کی صورت میں اللہ اور رسول کی طرف معاملہ لوٹانے کا حکم ہے۔ یعنی یہ کہ اگر اختلاف ہو تو قرآن اور حدیث کی طرف جاؤ۔ وہاں سے دیکھو کہ کیا حکم ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اختلاف کی صورت میں ہر کوئی، جس کو علم نہ بھی ہو اپنے مطابق خود ہی تشریح و تفسیر کرنے لگ جائے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہی ہے کہ جب آپس میں لوگوں کے اختلاف ہو جاتے ہیں تو کیونکہ تمام معاملات، ہدایات اور احکامات کی تشریح اور تفسیر کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا، بعض ایسے احکامات ہیں جو تفسیر طلب ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس کا علم نہیں ہوتا اس لئے قرآن و حدیث کے حوالے لینے کے لئے جو اس کا علم رکھنے والے ہیں ان سے بھی پوچھنا پڑے گا، ان کی طرف بھی جانا پڑے گا۔ اسلام کے ظلمت کے زمانے میں بھی، جو ہزار سال تاریکی کا دور گزرا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ مفسرین اور مجددین پیدا فرماتا رہا جو دین کا علم رکھتے تھے اور وہ اپنے اپنے علاقے میں رہنمائی فرماتے رہے۔

لیکن اس زمانے میں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے حَکَمْ اور عَدَلْ بنا کر بھیجا ہے اس دور میں تو قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا صحیح فہم اور ادراک صرف اور صرف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی ہے۔ اب آپؑ جو بھی تفسیر و تشریح کسی بھی حکم کی فرمائیں گے وہی صحیح تفسیر و تشریح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست آپؑ کو سکھایا ہے۔ پس ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا فرمایا اور بہت سے ہمارے مسائل حل کر دیئے جن کے لئے پہلے لوگ لڑتے رہے۔ اور

فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

کے حکم پر عمل کرنے کے لئے آسانی پیدا فرما دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان معارف اور ان مسائل کو سمجھنے کا بے انتہا خزانہ ہمیں عطا فرما دیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق ایک ایسا نظام بھی ہم میں جاری فرما دیا کہ ہر مسئلے کے حل کے لئے، ہمیں اللہ اور رسول کے حکموں کو سمجھنے کے لئے آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ پس ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پر اور یوم آخرت پر ایمان میں اور بھی مضبوط کر دیا۔ اور اس طرح ہمارے معاملات کے انجام کو بھی بہتر کر دیا اور ہمیں بھی اپنے اس حَکَمْ اور عَدَلْ کی پیروی کرنے پر بہتر انجام کی خبر دے دی۔ پس ہم سب پر فرض بنتا ہے کہ ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق قدرت ثانیہ کے اس جاری نظام کی بھی مکمل اطاعت کریں اور اپنی اطاعت کے معیاروں کو بلند کرتے چلے جائیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اطاعت کے معیاروں کو حاصل کرنے کے لئے قربانیاں بھی کرنی پڑتی ہیں اور صبر بھی دکھانا پڑتا ہے۔ پھر دنیاوی لحاظ سے بھی جو حاکم ہے اس کی دنیاوی معاملات میں اطاعت ضروری ہے۔ کسی بھی حکومت نے اپنے معاملات چلانے کے لئے جو ملکی قانون بنائے ہوئے ہیں ان کی پابندی ضروری ہے۔ آپ اس ملک میں رہ رہے ہیں یہاں کے قوانین کی پابندی ضروری ہے بشرطیکہ قوانین مذہب سے کھیلنے والے نہ ہوں، اس سے براہ راست ٹکر لینے والے نہ ہوں جیسا کہ پاکستان میں ہے۔ احمدیوں کے لئے بعض قوانین بنے ہوئے ہیں تو صرف اُن قوانین کی وہاں بھی پابندی ضروری ہے جو حکومت نے اپنا نظام چلانے کے لئے بنائے ہیں۔ جو مذہب کا معاملہ ہے وہ دل کا معاملہ ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ قانون آپ کو کہے کہ نماز نہ پڑھو اور آپ نماز ہی پڑھنا چھوڑ دیں۔ تو بہرحال جو بھی نظام ہو، دنیاوی حکومتی نظام ہو یا جماعتی نظام یا مذہبی نظام اُن کی اطاعت ضروری ہے۔ سوائے جو قانون، جیسا کہ میں نے کہا، براہ راست اللہ اور اس کے رسول کے احکامات سے ٹکراتے ہوں۔ تو دینی لحاظ سے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا دوسرے مسلمانوں کو فکر ہو تو ہو احمدی مسلمان کو کوئی فکر نہیں کیونکہ ہم نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنا بندھن جوڑ کر اپنے آپ کو اس فکر سے آزاد کر لیا ہے کہ کیا ہم خدا اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور جن امور کی وضاحت ضروری تھی کہ کون کون سے امور شریعت میں

وضاحت طلب ہیں ان کی بھی ہمیں حضرت مسیح موعودؑ سے وضاحت مل گئی کیونکہ ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لائن بتا دی، تمام امور کی وضاحت کر دی کہ اس طرح اعمال بجا لاؤ تو یہ خدا اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اختلافی معاملات کے حل کے لئے جب لوگ علماء، مفسرین یا فقہاء سے رجوع کرتے رہے تو ہر ایک نے اپنے علم، عقل اور ذوق کے مطابق ان امور کی تشریح کی۔ اپنے اپنے زمانے میں ہر ایک نے اپنے اپنے حلقے میں اپنی طرف سے نیک نیتی سے یہ تمام امور بتائے۔ مگر آہستہ آہستہ جن امور میں مفسرین اور فقہاء کا اختلاف تھا ان کے اپنے اپنے گروہ بنتے گئے اور یوں فرقہ بندی ہو کر مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے رہے اور لڑائی جھگڑے بھی ہوتے رہے اور اس تفرقہ بازی نے مسلمانوں کو پھاڑ دیا۔ لیکن اب اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پا کر ہمارے لئے صحیح اور غلط کی تعیین کر دی ہے۔ پس احمدی کا فرض بنتا ہے کہ وہ اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم کریں تبھی وہ جماعت کی برکات سے فیضیاب ہو سکتے ہیں اور اس کے لئے جیسا کہ میں نے کہا قربانیاں بھی کرنی پڑتی ہیں اور صبر بھی دکھانا پڑتا ہے۔ کسی کے ایمان کے اعلیٰ معیار کا تو تبھی پتہ چلتا ہے جب اس پر کوئی امتحان کا وقت آئے اور وہ صبر دکھاتے ہوئے اور قربانی کرتے ہوئے اس میں سے گزر جائے۔ اس کی انا اس کے راستے میں روک نہ بنے۔ اس کا مالی نقصان اس کے راستے میں روک نہ بنے۔ اس کی اولاد اس کے اطاعت کے جذبے کو کم کرنے والی نہ ہو۔ جب یہ معیار حاصل کر لو گے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ انفرادی طور پر تمہارے ایمانوں میں ترقی ہو گی اور جماعتی طور پر بھی مضبوط ہوتے چلے جاؤ گے۔ بعض لوگ ذاتی جھگڑوں میں نظام جماعت کے فیصلوں کا پاس نہیں کرتے یا ان فیصلوں پر عملدرآمد کے طریقوں سے اختلاف کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں اور اپنا نقصان کر رہے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝

(الانفال:47)

یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم بزدل بن جاؤ گے۔ اور تمہارا رعب جاتا رہے گا۔ اور صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمیں بتا دیا کہ یاد رکھو تمہارے ایک ہونے کے لئے، تمہیں اکٹھے باندھ کر رکھنے کے لئے بنیادی چیز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ اس لئے اس پر قائم رہو، آپس میں نہ جھگڑو۔ اور یہ حکم بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے حکموں میں سے ایک ہے کہ مسلمان آپس میں لڑیں نہیں۔ لیکن آجکل دیکھ لیں کیا ہو رہا ہے۔ ایک فرقے نے دوسرے فرقے کا گریبان پکڑا ہوا ہے۔ ایک تنظیم دوسری تنظیم کے خلاف گالم گلوچ کر رہی ہے۔ تو پیشگوئی فرما دی تھی کہ اس طرح کرنے سے تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہارا رعب جاتا رہے گا۔ چنانچہ آجکل دیکھ لیں اس کے عین مطابق نتیجہ نکل رہا ہے۔ باوجود مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد ہونے کے اور بے تحاشہ تیل کا پیسہ ہونے کے رعب کوئی نہیں دوسرے اپنی مرضی کے مطابق ان ممالک کو بھی چلاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کے بارے میں بے صبری کا مظاہرہ نہ کرتے اور بدظنی کا مظاہرہ نہ کرتے تو یہ حالت نہ ہوتی۔ بہرحال ہم جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے اس زمانے کے امام کو مان لیا، ہمارا کام ہے کہ یہ نمونہ اپنے سامنے رکھیں اور جو اللہ اور اس کے رسول نے احکامات دیئے ہیں اور اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جو ہمیں بتایا ہے اس کی مکمل اطاعت کریں، ان کے مطابق عمل کریں۔ آپس میں محبت پیار سے رہیں، لڑائی جھگڑے نہ کریں۔ جو معاملات بھی اٹھتے ہیں ان پر صبر کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ جماعت میں شامل رہنے کی وجہ سے جو رعب خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے وہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ ورنہ انفرادی طور پر تو کسی کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا۔ یہ وعدہ دیا ہوا ہے کہ

نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ

کہ آپؐ کے رعب کے قائم رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ خود ہی مدد کے سامان پیدا فرماتا رہے گا، خود ہی مدد کرے گا۔ پس جو لوگ جماعت میں شامل رہیں گے، جماعت کے نظام کی اطاعت کریں گے ان کا بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چمٹے رہنے کی وجہ سے انشاء اللہ تعالیٰ رعب قائم رہے گا۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ اطاعت میں ہی برکت ہے اور اطاعت میں ہی کامیابی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس شرط پر کی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے آسانی میں بھی اور تنگی میں بھی، خوشی میں بھی اور رنج میں بھی اور ہم اُوْلُوالْاَمْرِ سے نہیں جھگڑیں گے۔ اور جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے حق پر قائم رہیں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء)

تو پہلی بات تو یہی کہ جب بیعت کر لی تو پھر جو کچھ بھی احکام ہوں گے تو ہم کامل اطاعت کریں گے۔ یہ نہیں کہ جب ہماری مرضی کے فیصلے ہو رہے ہوں تو ہم مانیں گے، ہمارے جیسا اطاعت گزار کوئی نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی فیصلہ ہماری مرضی کے خلاف ہو گیا ہے جس سے ہم پر تنگی وارد ہوئی تو اطاعت سے باہر نکل جائیں، نظام جماعت کے خلاف بولنا شروع کر دیں۔ نہیں، بلکہ جو بھی صورت ہو فرمایا کہ تنگی ہو یا آسانی ہو ہم نظام جماعت کے فیصلوں کی مکمل اطاعت کریں گے اور نظام سے ہی چمٹے رہیں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی طاعت در معروف پر ہی بیعت لی ہے اور اب تک یہ سلسلہ شرائط میں بیعت کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس لئے یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ عہد بیعت تھا اب نہیں، یا اب اگر اس کو توڑیں گے تو گناہ کوئی نہیں ہوگا یہ خیال ذہن سے نکال دیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی یہ سلسلہ قائم ہوا ہے اور اس لئے یہ اسی کا تسلسل ہے۔ اور پھر ویسے بھی ایک حدیث میں آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔**

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ وتحریمھا فی المعصیۃ)

تو یہ وہی سلسلہ چل رہا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ چاہے خوشی پہنچے یا غم پہنچے جو بھی امیر ہے اس سے جھگڑنا نہیں۔ اس کے فیصلے کو تسلیم کرنا ہے اور اگلی بات یہ کہ حق پر قائم رہیں گے۔ اس کا کوئی یہ مطلب نہ لے لے کہ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں ہم حق پر ہیں اس لئے ہم یہ فیصلہ نہیں مانتے۔ بلکہ فرمایا تمہیں ہمیشہ اس بات کا خیال رہے کہ تم نے سچی بات کہنی ہے۔ دنیا کی کوئی سختی کوئی دباؤ، کوئی لالچ تمہیں حق اور سچ کہنے سے نہ روکے۔ اور پھر یہ بھی کہ جب تمہارا کوئی معاملہ آئے تم نے سچی بات کہنی ہے، سچی گواہی دینی ہے اور جھوٹ بول کر نظام سے یا دوسرے فریق سے جھگڑنے کی کوشش نہیں کرنی۔ اور نہ کبھی یہ خیال آئے کہ ہم نے اگر نظام کی بات مان لی، اپنے بھائی بندوں سے صلح وصفائی کر لی، سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کر لیا تو دنیا کیا کہے گی۔

ہمیشہ یاد رکھو کہ تمہارا مطمح نظر، تمہارا مقصد حیات صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا ہونا چاہئے۔ اور یہی کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے نظام کے جو احکامات و قواعد اور فیصلے ہیں ان کی پابندی کرنی ہے اور اس بارے میں اپنی اطاعت میں بالکل فرق نہیں آنے دینا۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے حاکم سے ناپسندیدہ بات دیکھے وہ صبر کرے کیونکہ جو نظام سے بالشت بھر جدا ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

(صیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظھور الفتن وتحذیر الدعاۃ الی الکفر)

بعض لوگ، لوگوں میں بیٹھ کر کہہ دیتے ہیں کہ نظام نے یہ فیصلہ کیا فلاں کے حق میں اور میرے خلاف۔ لیکن میں نے صبر کیا لیکن فیصلہ بہر حال غلط

تھا۔ میں نے مان تو لیا لیکن فیصلہ غلط تھا۔ تو اس طرح لوگوں میں بیٹھ کر گھما پھرا کر یہ باتیں کرنا بھی صبر نہیں ہے۔ صبر یہ ہے کہ خاموش ہو جاتے اور اپنی فریاد اللہ تعالیٰ کے آگے کرتے۔ ہو سکتا ہے جہاں بیٹھ کر باتیں کی گئی ہوں وہاں ایسی طبیعت کے مالک لوگ بیٹھے ہوں جو یہ باتیں آگے لوگوں میں پھیلا کر بے چینی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس طرح نظام کے بارے میں غلط تأثر پیدا ہو۔ اور اس سے بعض دفعہ فتنے کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر جو لوگ اس فتنے میں ملوث ہو جاتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ پھر وہ جاہلیت کی موت مرتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا توقع رکھتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''کیا اطاعت ایک سہل امر ہے جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلے کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے، اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو اور دوسرا کھلا رکھو''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 411 جدید ایڈیشن)

لوگ منہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اطاعت گزار ہیں سلسلے کا ہر حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن جب موقع آئے، جب اپنی ذات کے حقوق چھوڑنے پڑیں، تب پتہ لگتا ہے کہ اطاعت ہے یا نہیں ہے۔ اس لئے آپؑ نے فرمایا کہ اطاعت اتنا آسان کام نہیں ہے۔ ہر حکم کو بجا لانا اور ہر معاملے میں اطاعت اصل مقصد ہے اور فرمایا کہ جو مکمل طور پر حکم کی اطاعت نہیں کرتا وہ سلسلے کو بدنام کرتا ہے۔ اللہ کے حقوق ادا نہ کر کے بھی بدنامی کا باعث بنتے ہو اور بندوں کے حقوق ادا نہ کر کے بھی بدنامی کا باعث بنتے ہو اور جس طرح جنت میں جانے کے کئی دروازے ہیں نیکیاں کر کے جنت میں داخل ہوتے ہو اسی طرح دوزخ کے بھی کئی دروازے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ پوری اطاعت نہ کر کے کوئی دروازہ کھلا رکھو اور دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ اس لئے کامل وفا کے ساتھ اطاعت گزار بندے بنے رہو اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگنی چاہئے اس کا فضل ہو تو انسان ان باتوں سے بچ سکتا ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''اطاعت پوری ہو تو ہدایت پوری ہوتی ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو خوب سن لینا چاہئے اور خدا تعالیٰ سے توفیق طلب کرنی چاہئے کہ ہم سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو''۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 284 جدید ایڈیشن)

تو فرمایا کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں اس کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ پوری طرح ایمان لایا اور ہدایت پائی جس میں اطاعت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہو، ایک ذرہ بھی وہ اطاعت سے باہر نہ ہو۔ اور فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ملتا ہے اس لئے اس سے توفیق طلب کرتے رہنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ہر ایسی حرکت سے بچائے جس سے ہماری اطاعت پر کوئی حرف آتا ہو۔ پس ہم خوش قسمت ہیں کہ زمانے کے امام کی جماعت میں شامل ہیں جس نے ہمیں انتہائی باریکی میں جا کر ان امور کی طرف توجہ دلائی ہے جس سے ہم اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گزار کہلا سکیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''اگر حاکم ظالم ہو تو اس کو برا نہ کہتے پھرو بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو خدا اس کو بدل دے گا یا اسی کو نیک کر دے گا۔ جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے۔ مومن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔ میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ 246 زیر آیت سورۃ النساء :60)

فرمایا کہ چاہے حاکم ہو یا امیر ہو یا کوئی عہدیدار ہو کوئی افسر ہو اگر تم پاک ہو اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیتے ہو اور دعائیں کرتے ہو پھر یا تو اللہ تعالیٰ اس حاکم کو، اس افسر کو، اس عہدیدار کو، اس امیر کو بدل دے گا یا پھر نیک کر

دے گا اس کی طبیعت میں تبدیلی پیدا کر دے گا۔ فرمایا کہ بعض دفعہ ابتلاء جو آتے ہیں یہ اپنی ہی بدعملیوں کی وجہ سے آتے ہیں۔ اپنی ہی کچھ حرکتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ابتلاء میں ڈال دیتا ہے۔ اس لئے خود بھی استغفار کرتے رہنا چاہئے۔ نیکیوں پر قائم ہونے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے اور اللہ اور رسول دونوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ میری امت کو ضلالت اور گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔

مَنْ شَذَّ شُذَّ اِلَی النَّارِ

جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ گویا آگ میں پھینکا گیا۔''

(ترمذی کتاب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ)

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ایک ہزار سال کے تاریک زمانے کا دور گزر گیا جس میں عملاً مسلمان اکثریت دین کو بھلا بیٹھی تھی۔ پھر اپنے وعدوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور آپ نے ایک جماعت قائم فرمائی جس نے دنیا کی رہنمائی کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو لوگ بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں داخل ہوگئے وہ گمراہی اور ضلالت پھیلانے کے لئے تو اکٹھے نہیں ہوئے بلکہ دنیا کو خدائے واحد کی پہچان کروانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اس لئے اس جماعت کے اندر بھی وہی رہ سکتے ہیں جو کامل وفا اور اطاعت کے نمونے دکھانے والے بھی ہوں۔ اور جب ایسے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت بھی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ پس ہر ایک جو وفا اور اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم نہیں کرتا وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔

اس لئے ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ برکت ہمیشہ نظام جماعت کی اطاعت اور اس کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہی ہے۔

اس لئے اگر کبھی کسی کے خلاف غلط فیصلہ ہو جاتا ہے، تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ، صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے، بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہر ایک کی اپنی سمجھ ہے۔ قضاء نے اگر کوئی فیصلہ کیا ہے اور ایک فریق کے مطابق وہ صحیح نہیں ہے پھر بھی اس پر عمل درآمد کروانا چاہئے اور دعا کریں کہ قاضیوں کو اللہ تعالیٰ صحیح فیصلے کی توفیق دے۔ قاضیوں کو بھی غلطی لگ سکتی ہے لیکن ہر حالت میں اطاعت مقدم ہے۔ بعض لوگ اتنے جذباتی ہوتے ہیں کہ بعض فیصلوں کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے منسوب ہونے سے ہی انکاری ہو جاتے ہیں۔ تو یہ بدنصیبی ہے، جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ، اپنے آپ کو آگ میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ دنیا کے چند سکّوں کے عوض اپنا ایمان ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ جماعت میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شامل ہوئے ہیں، کسی عہدیدار کی جماعت میں تو شامل نہیں ہوئے کہ اس کی غلطی کی وجہ سے اپنا ایمان ہی ختم کر لیں۔ بہرحال عہدیداروں کو بھی احتیاط کرنی چاہئے اور کسی کمزور ایمان والے کے لئے ٹھوکر کا باعث نہیں بننا چاہئے۔

حدیث میں آیا ہے کہ عہدیدار بھی پوچھے جائیں گے اگر صحیح طرح سے وہ اپنے فرائض ادا نہیں کر رہے، انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر رہے۔ حدیث میں تو ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لئے جن کے سپرد کام ہوں اور وہ پوری ذمہ داری سے کام نہیں کر رہے ان کے لئے جنت حرام کر دیتا ہے۔ تو عہدیداران کے لئے تو یہ بہت بڑا انذار ہے تو جب خدا تعالیٰ خود ہی حساب لے رہا ہے تو پھر متاثرہ فریق کو کیا فکر ہے۔ آپ نیکی پر قائم رہیں تو دنیاوی نقصان بھی خدا تعالیٰ پورا فرما دے گا۔

ایک روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح بکریوں کا دشمن بھیڑیا ہے اور اپنے ریوڑ سے الگ ہو جانے والی بکریوں کو با آسانی شکار کر لیتا ہے اسی طرح شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ اگر جماعت بن کر نہ رہیں یہ ان کو الگ الگ نہایت آسانی سے شکار کر لیتا ہے۔ فرمایا اے لوگو! پگڈنڈیوں پر مت چلنا بلکہ تمہارے لئے ضروری ہے کہ جماعت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ رہو۔ تو یہاں فرمایا کہ شیطان سے بچ کر رہنے کا ایک ہی طریق ہے کہ جماعت سے وابستہ ہو جاؤ اور اس زمانے میں صرف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہی ہے جو الٰہی جماعت ہے جو دنیا میں خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہی ہے۔ اور اگر کوئی اور جماعت، جماعت کہلاتی بھی ہے تو ان کے اور بھی بہت سارے سیاسی مقاصد ہیں۔ پس اس عافیت کے حصار کے اندر آ گئے ہیں تو پھر اس کے اندر مضبوطی سے قائم رہیں اور اطاعت کرتے رہیں۔ ورنہ جیسا کہ فرمایا کہ بھیڑیے ایک ایک کر کے سب کو کھا جائیں گے اور کھا بھی رہے ہیں۔ ہمارے سامنے روز نظارے نظر آ رہے ہیں۔ یہاں ایک اور مسئلہ بھی حل ہو رہا ہے کہ جماعت میں شامل لوگ ہی عامۃ المسلمین ہیں یعنی تعداد کے لحاظ سے زیادتی عامۃ المسلمین نہیں کہلاتی۔ پس آپ ہی وہ خوش قسمت ہیں جو جماعت میں شامل ہیں اور عامۃ المسلمین کہلانے کے مستحق ہیں تو اس لئے اپنے آپ کو بھی اگر بچانا ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تو مکمل صبر اور وفا سے اطاعت گزار رہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جنت کے وسط میں اپنا گھر بنانا چاہتا ہو اسے جماعت سے چمٹے رہنا چاہئے اس لئے کہ شیطان ایک آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ دو ہو جائیں تو وہ دُور ہو جاتا ہے یعنی شیطان پھر چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دلوں میں پھاڑ پیدا کیا جائے۔ پس جماعت میں ہی برکت ہے اور نظام جماعت کی اطاعت میں ہی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو یہ معیار قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس ضمن میں ایک اور بات بھی کہنی چاہتا ہوں کہ شیطان کیونکہ ہر وقت اس فکر میں ہوتا ہے کہ کسی طرح دلوں میں کدورتیں پیدا کرے، دوریاں پیدا کرے، رنجشیں پیدا کرے۔ اس لئے بعض دفعہ اچھے بھلے سوچ سمجھ رکھنے والے شخص کو بھی غلط راستے پر چلا رہا ہوتا ہے۔ اس کو بھی پتہ نہیں لگ رہا ہوتا کہ کب شیطان کے پنجے میں آ گیا۔

یہاں جرمنی میں 100 مساجد کی تعمیر کا معاملہ ہے۔ کچھ کو شکوہ ہے کہ بعض بڑی بڑی عمارات خریدی گئی ہیں اگر وہ نہ خریدی جاتیں تو اور چھوٹی چھوٹی کئی مساجد بن سکتی تھیں۔ پھر یہ کہ جو بنی بنائی عمارات خریدی گئی ہیں وہ 100 مساجد کے زمرے میں نہیں ہیں۔ بعض لوگ خط لکھتے رہتے ہیں کہ ہم آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں یہاں یوں ہو رہا ہے اور یوں ہو رہا ہے۔

ایک تو ان سب لکھنے والوں کی اطلاع کے لئے مَیں بتا دوں کہ گزشتہ سال یا اس سے بہت پہلے میں اس کا جائزہ لے چکا ہوں اور مجھے پتہ ہے کہ کون کون سی عمارات خریدی گئی ہیں اور کن کن کو 100 مساجد کے زمرے میں شامل کرنا ہے یا نہیں کرنا۔ اس لئے آپ بے فکر رہیں۔

پھر ایک دفعہ خط لکھ دیا تو ٹھیک ہے۔ آپ نے یہ صحیح سمجھا اس کا حق ادا کر دیا، مجھ تک پہنچا دیا۔ دوبارہ دوبارہ لکھنے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ یہ تو پھر ضد بن جاتی ہے۔ مجھے خط لکھ دیا میں نے آپ کو ایک عمومی سا جواب دے دیا۔ خط آپ کو پہنچ گیا، جزاک اللہ۔ یہی کافی ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر ایک کو تفصیل بتائی جائے کیونکہ یہ جو بار بار زور دے کر لکھنا ہے جس میں بعض اوقات عہدیدار بھی شامل ہوتے ہیں، یہ غلط ہے۔

جب میں نے خرید کردہ عمارات کو بھی 100 مساجد کے زمرے میں شامل کر لیا ہے تو پھر آپ لوگ اور مزید کیا کہنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں وہ اس پیسے سے خریدی گئی ہیں، وہ مساجد میں شمار ہیں۔ پھر خط لکھتے وقت جو متعلقہ عہدیداران ہیں ان کے متعلق بڑے سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ مساجد کی خرید کی انتظامیہ کے بارے میں بھی سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، یہ طریق غلط ہے۔ یہ بھی ایک طرح سے اطاعت سے باہر نکلنے والی بات ہے، بے صبری کا مظاہرہ ہے۔ اس لئے اس سے بچیں۔ آپ لوگوں کا کام ہے کہ 100 مساجد بنانے کا جو منصوبہ دیا گیا ہے اس پر لگے رہیں، اس پر عمل کریں۔ دعا سے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتے رہیں، انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ اب کام میں کچھ تیزی بھی پیدا ہوئی ہے۔ انشاء اللہ یہ مساجد مکمل بھی ہو جائیں گی اور جب بننا شروع ہو گئی ہیں تو دیکھا دیکھی رفتار میں بھی تیزی آ رہی ہے۔ بہتوں کو بڑی تیزی سے خیال آ رہا ہے کہ ہمیں اپنے علاقے میں مسجد بنانی چاہئے اور کوشش بھی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید برکت ڈالے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض کام چاہے وہ نیکی اور خدمت خلق کے کام ہی ہوں اگر نظام جماعت سے ٹکر لے کر کئے جا رہے ہیں تو نظام جماعت اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرتا۔ نہ ہی خلیفہ وقت سے یہ امید رکھنی چاہئے کہ وہ نظام سے ہٹ کر چلنے والے کاموں پر خوشنودی کا اظہار کرے گا۔ نظام کی حفاظت تو

خلیفہ کا سب سے پہلا فرض ہے۔ کیونکہ دو متوازی نظام چلا کر تو کامیابیاں نہیں ہوا کرتیں۔ مثلاً بعض شرائط پوری کئے بغیر یہاں اس ملک میں عام طور پر ہومیوپیتھی کی پریکٹس کی اجازت نہیں ہے اس لئے جماعت بحیثیت جماعت اس کام میں ہاتھ نہیں ڈال رہی۔ اور اگر کوئی یہ کام کرنا چاہتا ہے یا کر رہا ہے اور خدمت خلق کے جذبے سے کر رہا ہے تو کرے۔ لیکن جماعت اس میں کبھی ملوث نہیں ہوگی۔ اگر کسی کے خدمت خلق کے کام پر مَیں اس کو تعریفی خط لکھ دیتا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو کوئی جماعتی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اور وہ امیر جماعت کو بھی پس پشت ڈال دے اور اس سے بھی ٹکر لینی شروع کر دے۔ مجھے یہاں فی الحال نام لینے کی ضرورت نہیں ہے، جو ہیں وہ خود سمجھتے ہیں اس لئے اپنی اصلاح کر لیں۔

دوسرے ہیومینیٹی فرسٹ ایک ایسا ادارہ ہے جو باقاعدہ رجسٹرڈ ہے۔ اور اس کی مرکزی انتظامیہ لندن میں ہے۔ لندن سے باقاعدہ Manage کیا جاتا ہے۔ افریقہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرکزی ادارہ ہے مختلف ممالک نے اس میں بہت کام کیا ہے۔ جرمنی کے علاوہ۔ جرمنی میں یہ اس طرح فعّال نہیں ہے۔ فعّال اس لئے نہیں ہے کہ بعض معاملات میں انہوں نے زیادہ آزاد ہونے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے میں یہاں امیر صاحب کو اس کا نگران اعلیٰ بناتا ہوں اور وہ اب اپنی نگرانی میں اس کو ری آرگنائز (Re-organize) کریں اور چیئرمین اور تین ممبران کمیٹی بنائیں اور پھر جس طرح باقی ممالک میں انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں یہ بھی کریں، لیکن مرکزی ہدایت کے مطابق۔ کیونکہ مرکزی رپورٹ کے مطابق بھی یہاں کی ہیومینیٹی فرسٹ کی انتظامیہ کا تعاون اچھا نہیں تھا۔ بار بار توجہ دلانے پر اب بہتری آئی ہے لیکن مکمل نہیں۔ تو یہ بھی اطاعت کی کمی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خلیفہ وقت سے براہ راست رابطہ ہو جائے تو باقی نظام سے جو مرضی سلوک کرو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ غلط تأثر ہے۔ ذہنوں سے نکال دیں۔ اگر کوئی دقّت اور مشکل ہو کسی انتظام کو چلانے میں تو آپ خلیفۂ وقت کو بھی خط لکھ سکتے ہیں۔ لیکن بہر حال متعلقہ امیر کو اس کی کاپی جانی چاہیئے۔ لیکن براہ راست کسی قسم کا خود قدم اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو کامل فرمانبرداروں میں سے رکھے اور اطاعت کے معیار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ جب سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی'' بغیر اس کے اطاعت نہیں ہو سکتی۔ ''اور ہوائے نفس ہی'' یعنی نفس کی خواہشات ''ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے مؤحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم، قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔ مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں''۔ یعنی یہ سب جو کمیاں اور تنزل ہیں یہی مسلمانوں میں گراوٹ پیدا ہونے کے اسباب ہیں اور یہی جو اندرونی اختلافات اور تنازعات ہیں انہیں کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ بجائے ترقی کرنے کے وہ نیچے گرتے چلے گئے۔ ''پس اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اس میں یہی تو سرّ ہے'' یہی راز ہے۔ ''اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔ پیغمبرؐ خدا کے زمانے میں صحابہؓ بڑے بڑے اہل الرّائے تھے۔ خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارگراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ ان میں اہل الرّ ائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔ مگر رسول کریم ﷺ کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپؐ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو ان کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔

پھر فرماتے ہیں:

''اگر ان میں یہ اطاعت تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی ہی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے۔ میرے نزدیک شیعہ سنیوں کے جھگڑوں کو چکا دینے کے لئے یہی کافی دلیل ہے کہ صحابہ کرامؓ میں باہم پھوٹ، ہاں باہم کسی قسم کی پھوٹ اور عداوت نہ تھی کیونکہ ان کی ترقیاں اور کامیابیاں اس امر پر دلالت کرتی رہی ہیں کہ وہ باہم ایک تھے اور کچھ بھی کسی سے عداوت نہ تھی۔ ناسمجھ مخالفوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہہ نکلی تھیں۔ یہ اس اطاعت اور اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کرلیا۔۔۔ آپؐ (پیغمبر خدا ﷺ) کی شکل وصورت جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا اور جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھی۔ اس میں ایک ہی کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتے تھے اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت رسول کا وہ نمونہ دکھایا اور اس کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو ان کو دیکھتا تھا وہ بے اختیار ہو کر ان کی طرف چلا آتا تھا۔ غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اُسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تیار کی تھی۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے۔ اس لئے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو، اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو، باہم محبت واخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ 246 تا248
زیر آیت سورۃ النساء :60)

پس جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **پہلوں سے ملنے کے لئے صحابہ کی طرح اطاعت کا نمونہ بھی دکھانا** ہوگا۔ اور جیسا کہ پہلے بھی آپ سن آئے ہیں۔ اطاعت کے لئے صبر اور قربانی کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے اس لئے اپنے اندر یہ خصوصیات بھی پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب اطاعت وفرمانبرداری کے اعلیٰ نمونے قائم کرنے والے ہوں۔

اب میں تمام کارکنان جنہوں نے جلسے کی ڈیوٹیاں دی تھیں ان کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے تو خیال تھا کہ یہ سارے Live سن لیں گے۔ خطبہ شاید Live نہیں جا رہا۔ عموماً تمام کارکنان نے اور تمام کارکنات نے مہمانوں کے ساتھ پیار اور محبت کا رویہ رکھا اور ان کی خوب خدمت کی ہے۔ انتظامات کے بارے میں بھی عموماً جن سے بھی میں نے پوچھا ہے لوگوں نے تعریف ہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ یہ بھی ان کارکنان اور کارکنات کی فرمانبرداری اور اطاعت کا عملی نمونہ ہی تھا کہ جو ہدایات ان کو دی گئیں ان پر انہوں نے پوری طرح عملدرآمد کیا۔ اور یہی ایک جماعت کا حسن ہے جو صرف اور صرف جماعت احمدیہ میں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو یہ نیکیاں بڑھاتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گزشتہ جلسے کی آخری تقریر میں مَیں نے جلسے کی حاضری خواتین کے پنڈال میں جب گیا ہوں وہاں بتائی تھی۔ اب امیر صاحب نے بتایا ہے کہ مختلف ممالک کے لوگوں کی وہاں حاضری نہیں بتائی گئی تھی۔ اس میں کل حاضری تو 28 ہزار تھی اور جن ملکوں نے حصہ لیا وہ جرمنی سمیت 30 ہیں۔ (میرا خیال ہے یہی بنتا ہے) جن ملکوں نے حصہ لیا 29 اور جن قوموں نے حصہ لیا وہ 30 تھے۔ شاید جرمنی کو انہوں نے شامل نہیں کیا۔ بہرحال 29 ملکوں کی نمائندگی تھی۔

اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے اور سب کو جلسے کی برکات سے بھی فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک ہفتے کے بعد بھول نہ جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت قرآن

مبارک احمد معین مبلغ سلسلہ گوئٹے مالا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر اگر انصاف کی ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ آپؑ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ اور ہر ایک پل قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے، اور آپؑ اس کا اظہار اپنے ایک شعر میں یوں کرتے ہیں جو آپ کی قرآن کریم سے محبت ظاہر کرتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں ۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

آیئے آپؑ کی زندگی پر ایک نظر قرآن کریم سے محبت اور خدمت کے حوالے سے ڈالیں۔

اِبتدائی تعلیم

ہندوستان میں انگریز حکومت سے قبل یہ رواج تھا کہ گھر میں استاد رکھ کر بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جاتا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی آپ کے والدین نے گھر میں اس کا انتظام کیا تھا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن مجید اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ابتدائی تخم ریزی تھی، اس لیے ان استادوں کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔''

(حیات طیبہ صفحہ 11)

بچپن کے حالات

تاریخ میں آتا ہے کہ پٹیالہ کے ایک غیر احمدی تحصیلدار منشی عبدالواحد صاحب جو کثرت سے حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب (آپ علیہ السلام کے والد ماجد) کے پاس قادیان آیا کرتے تھے اور جنہیں بچپن سے ہی حضور کو بار بار دیکھنے کا موقعہ ملا وہ شہادت دیتے ہیں کہ حضور چودہ پندرہ سال کی عمر میں ہی سارا دن قرآن کریم پڑھا کرتے تھے اور حاشیہ پر نوٹ لکھتے جاتے تھے۔ اور آپ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب فرماتے کہ یہ کسی سے غرض نہیں رکھتا۔ سارا دن مسجد میں رہتا ہے اور قرآن شریف پڑھتا رہتا ہے۔

کثرت مطالعہ

آپ مطالعہ میں سب سے زیادہ قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ حتّٰی کہ بعض دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس زمانے میں ہم نے جب بھی آپؑ کو دیکھا قرآن کریم ہی پڑھتے دیکھا۔ آپ کے سب سے بڑے بیٹے (مرزا سلطان احمد صاحب) کی گواہی ہے:

'' آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس کو نشان کرتے جاتے وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ پڑھا ہو۔''

(حیات النبی جلد اول صفحہ 108)

آپؑ کا قرآن پڑھنا صرف سطحی طور پر نہ تھا بلکہ ایک ایک لفظ میں ڈوب کر مطالعہ کیا کرتے تھے۔اوراس کے مطالعہ میں اس قدر انہماک تھا کہ آپ باقی کاموں کواس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے تھے،مرزا اسماعیل صاحب کی روایت یوں ملتی ہے آپ فرماتے ہیں:

''کبھی مرزا غلام مرتضٰی صاحب مجھے بلاتے اور دریافت فرماتے کہ: سنا تیرا مرزا کیا کرتا ہے؟ میں کہتا ''قرآن دیکھتے ہیں'' اس پر وہ کہتے ''سانس بھی لیتا ہے''۔ پھر پوچھتے ''رات کو سوتا بھی ہے؟ سارے کام چھوڑ دیئے ہیں میں اوروں سے کام لیتا ہوں۔''

(حیات احمد جلد اوّل صفحہ 91)

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت قرآن کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ اس کی چند جھلکیاں ہی پیش ہیں۔

سیالکوٹ میں ملازمت اور وہاں کے حالات

آپؑ کو سیالکوٹ میں تقریباً چار سال بکراہت ملازمت کرنا پڑی۔کشمیری محلے میں آپ میاں فضل دین کے چھوٹے بھائی عمرانامی کشمیری کے مکان میں رہا کرتے تھے۔ میاں فضل دین کے عزیزوں میں سے کسی نے حضرت شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل مصنف حیات طیبہ کو بتایا کہ حضرت صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ آپ جب کچہری سے تشریف لاتے تھے تو دروازے سے داخل ہونے کے بعد دروازے کو پیچھے مڑکر بند نہیں کیا کرتے تھے تاکہ گلی میں کسی نامحرم عورت پر نظر نہ پڑے۔ بلکہ دروازے سے داخل ہوتے ہی دونوں ہاتھ پیچھے کرکے پہلے دروازہ بند کرلیتے تھے اور پھر پیچھے مڑکر زنجیر لگایا کرتے تھے۔گھر میں سوائے قرآن کریم پڑھنے اور نمازوں میں لمبے لمبے سجدے کرنے کے اور آپؑ کو کوئی کام نہ تھا۔بعض آیات لکھ کر دیواروں پر لٹکا دیا کرتے تھے اوران پر غور کیا کرتے تھے۔

(حیات طیبہ صفحہ 20)

شمس العلماء جناب مولانا سیّد میر حسن صاحب مرحوم جو شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے استاد تھے کی شہادت ہے:

''حضرت مرزا صاحب 1864 میں بتقریب ملازمت شہر سیالکوٹ تشریف لائے۔اور قیام فرمایا۔چونکہ آپ عزلت پسند اور پارسا اور فضول ولغو سے مجتنب اور محترز تھے۔۔۔حضرت مرزا صاحب کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآنِ مجید کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہوکر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ایسے خشوع وخضوع سے تلاوت کیا کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔''

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 271-272)

سرسید احمد خان کی تفسیر پر آپؑ کا ردعمل

جس زمانے میں آپؑ بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ میں مقیم تھے،اس دوران سرسیّد احمد خان صاحب نے قرآن کریم کی تفسیر لکھنی شروع کی تھی۔اس تفسیر کو حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دیکھا۔اس سلسلہ میں محترم میر حسن صاحب کی روایت درج ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ 1877ء میں آپ (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) سیالکوٹ تشریف لائے اور لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا اور بتقریب دعوت حکیم حسام الدین صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔اسی سال سرسید احمد خان غفرلہٗ نے قرآن کریم کی تفسیر شروع کی تھی۔تین چار رکوع کی تفسیر میرے پاس آچکی تھی۔ جب میں اور شیخ الہٰ داد صاحب مرزا صاحب کی ملاقات کے لیے لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر گئے تو اثنائے گفتگو میں سرسید صاحب کا ذکر شروع ہوا، اتنے میں تفسیر کا بھی ذکر آگیا۔راقم نے کہا کہ تین رکوعوں کی تفسیر آگئی ہے۔جس میں دعا اور نزول وحی کی بحث آگئی ہے۔فرمایا کل جب آپ آئیں تو تفسیر لیتے آئیں۔جب دوسرے دن وہاں گئے تو تفسیر کے دونوں مقام آپ نے سنے اور سن کر خوش نہ ہوئے اور تفسیر کو پسند نہ کیا۔اس زمانہ میں مرزا صاحب کی عمر راقم کے قیاس سے تخمیناً 24 سے کم اور 28 سے زیادہ نہ تھی۔''

(تاثرات قادیان صفحہ 55)

اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس کم عمری میں ہی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فہم قرآن عطا کیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے سرسید احمد خان صاحب کے دعا کے متعلق نظریات کے ردّ کے لیے برکات الدُّعا کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی تھی۔ جس میں آپ نے قرآن کریم کی پُرمعارف تفسیر کرتے ہوئے دعا کے فلسفہ کو لوگوں کے سامنے بیان فرمایا اور ان لوگوں پر جن کا دعا پر سے اعتقاد اُٹھ چکا تھا نہ صرف دُعا کی حقیقت کو ہی آشکار کیا بلکہ میدان تجربہ میں اتار کر ان لوگوں میں ایک نئی روح پیدا کر دی جو کہ ابدی حیات کے لیے ضروری ہے۔

در اصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض ہی خدمت قرآن تھی۔ اس بات کا ذکر خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تا میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے اس سے ان کو پاک صاف کروں۔ خدا تعالیٰ کی غیرت اس وقت بہت جوش میں ہے کہ قرآن کریم کی عزت کو ہر ایک خبیث دشمن کے داغ سے منزہ و مقدس کرے۔

سیالکوٹ سے واپسی کے بعد کے حالات

آپؑ اپنے والد صاحب کے حکم پر جو آپؑ کی عین خواہش کے مطابق تھا سیالکوٹ سے نوکری چھوڑ کر قادیان چلے آئے۔ بعد کے حالات کا تذکرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ الفاظ میں یوں ملتا ہے:

''میں جب اپنے والد صاحب کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو انہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سنایا بھی کرتا تھا۔ اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔''

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 187 حاشیہ)

والد صاحب کی خدمت میں دنیوی مشاغل سے بکلی فراغت کی درخواست

آپؑ کی طبیعت بچپن سے ہی دنیا کے جھنجھٹوں سے آزاد تھی۔ سیالکوٹ سے واپسی پر جب آپؑ نے اپنے والد صاحب میں ایک قلبی تغیر اور دین کی طرف رجحان دیکھا تو آپ نے محسوس کیا کہ اب آپ کی خدمت میں اگر دنیوی مشاغل سے کلیۃً فراغت کی درخواست کروں تو ممکن ہے کہ آپ منظور فرما لیں۔ لہٰذا آپؑ نے خط لکھ کر اپنے والد صاحب سے اس کی اجازت لے لی۔

(سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 255-256)

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت قرآن کا ذکر

جب سورۃ الجمعہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بار بار پوچھنے پر کہ یا رسول اللہ یہ آخرین کون ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے تو آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لو كان الايمان عند الثريا لنا له رجال او رجل من هٰؤُلآءِ

کہ اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے گا تو اہل فارس میں سے ایک شخص یا زیادہ لوگ واپس لے آئیں گے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر روایت حضرت ابو ہریرہؓ)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی مساجد تو بظاہر آباد نظر آئیں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کی چھت کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔''

(مشکوٰۃ کتاب العلم، کنز العمال)

ایک علامت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حدیث شریف میں یہ آئی ہے کہ یفیض المال حتیٰ لا یقبلہ احد یعنی مسیح موعود علیہ السلام مال تقسیم کریں گے لیکن لوگ لینے سے انکار کریں گے۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

اس کا مطلب ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کا جب ظہور ہوگا تو وہ روحانی مال اور قرآن کریم کا علم دنیا میں لٹائے گا اور لوگ اس کے لینے سے انکاری ہونگے۔ فی زمانہ یہی ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے ایک شعر میں اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

ایک جگہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے الہامات درج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وہ خدا جو رحمان ہے وہ اپنے خلیفہ سلطان کو مندرجہ ذیل حکم صادر کرتا ہے کہ اس کو ایک ملک عظیم دیا جائے گا اور خزائن علوم و معارف اس کے ہاتھ پر کھولے جائیں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ یہ خدا کا فضل ہے اور تمہاری نظروں میں عجیب۔ اس جگہ نہ بادشاہت سے مراد دنیا کی بادشاہت ہے اور نہ خلافت سے مراد دنیا کی خلافت۔ بلکہ جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں جنکو بفضلہٖ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 566)

براہین احمدیہ کی تصنیف و اشاعت

1857 کے غدر میں جو ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو آلہ کار بنا کر انگریزی حکومت کے خلاف برپا کیا گیا تھا۔ انگریز تو مسلمانوں سے پہلے ہی بدظن تھے۔ ہندو بھی مسلمانوں کے خلاف ہو گئے۔ اور سب نے مل کر اسلام اور بانی اسلام کے خلاف مختلف تحریکات چلانی شروع کیں اور مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کی کوششیں کی جانے لگیں اور مسلمان علماء کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے لگا رہے تھے، اور اسلام کی کشتی اس وقت ہر طرف سے گرداب میں ڈول رہی تھی۔ اور مخالفین وہ خواب دیکھ رہے تھے کہ وہ دن دُور نہیں جب ہم مکہ مکرمہ میں بھی عیسائیت کا جھنڈا گاڑ دیں گے۔ مولانا حالی مرحوم نے اس دور کا نقشہ 1879 میں اپنی مسدس میں یوں کھینچا ہے ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

ان حالات میں جبکہ قرآن مجید اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت خود مسلمان کہلانے والوں پر مشتبہ ہو رہی تھی اور کئی مسلمان عیسائیت کی آغوش میں آگرے تھے۔ اس وقت صرف ایک ہی مرد مجاہد بن کر میدان میں آیا۔ اور آپؑ نے نہ صرف اسلام کی کشتی کو ڈوبنے سے بچایا بلکہ مخالفین کو میدان چھوڑتے ہی بنی۔ اور آپؑ نے ایک ایسی کتاب تالیف فرمائی کہ رہتی دنیا تک عالم اسلام اُس کتاب سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِسلام کے جھنڈے کو بلند سے بلند کرتے چلے جائیں گے۔ اِنشاءاللہ۔

اس کتاب کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''امابعد سب طالبان حق پر واضح ہو جو مقصود اس کتاب کی تالیف سے جو موسوم بالبراھین الاحمدیہ علی حقیّت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ ہے یہ ہے جو دینِ اسلام کی سچائی کے دلائل اور قرآن مجید کی حقیت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کے وجوہات سب لوگوں پر بوضاحتِ تمام ظاہر کئے جائیں اور نیز ان سب کو جو اس دین متین اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل اور معقول طریق سے ملزم اور لاجواب کیا جائے جو آئندہ ان کو بمقابلہ اسلام کے دم مارنے کی جگہ نہ رہے۔''

(براھین احمدیہ حصہ اوّل رُوحانی خزائن جلد اول صفحہ 24-23)

آپ علیہ السلام نے جو قرآن مجید اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے دلائل لکھے اس کے متعلق مخالفین کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

''میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے در بارہ حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کی ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان میں سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دے ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف منقولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہیئے تھا ظہور میں آ گیا۔ میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذر و حیلے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔''

(براھین احمدیہ حصہ اوّل روحانی خزائن جلد اول صفحہ 24-28)

نہ اس دور میں کوئی مدمقابل آیا اور نہ ہی آج تک کسی کو جرأت ہوئی کہ اس شہرہ آفاق کتاب کا ایک جز بھی توڑ کر دکھا دیتا اور نہ ہی قیامت تک کوئی ایسا ہو گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس چیلنج کو توڑ سکے۔ اس شہرہ آفاق کتاب پر مسلمانوں میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی ان کے حوصلے بڑھ گئے اور اس کتاب پر کئی ریویو لکھے گئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو سردار اہل حدیث سمجھے جاتے تھے اس کتاب کا خلاصہء مطالب لکھنے کے بعد اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کی:

''اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانے میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں **لعلّ اللہ یحدث بعد ذلک امرا**۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔''

(اشاعۃ السنہ جلد 7 صفحہ 169)

آئینہ کمالات اسلام کی اشاعت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پچاسی سے زائد کتب اپنی زندگی میں تصنیف فرمائیں اور ہر کتاب اپنی جگہ قرآن کریم کی صحیح تعلیم کی عکاسی کر رہی ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت قرآن پر ایک زندہ و جاوید گواہی ہے۔ سب کتب کا ذکر اس حوالے سے ایک بہت ضخیم کتاب کا متقاضی ہے۔ اس جگہ چند کتب کا ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام آئینہ کمالاتِ اسلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ یہ کتاب جس کا نام نامی عنوان میں درج ہے یہ ان دنوں میں اس عاجز نے اس غرض کے لئے لکھی ہے کہ دنیا کے لوگوں کو قرآن کریم کے کمالات معلوم ہوں اور اعلیٰ تعلیم سے ان کو اطلاع ملے اور میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اول سے آخر تک اس کے لکھنے میں آپ مجھ کو عجیب در عجیب مددیں دی ہیں اور وہ عجیب لطائف و نکات اس میں بھر دیئے ہیں کہ جو انسان کی معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 652)

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر
سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرّہ بھر
پر یہ کلام نور خدا کو دکھاتا ہے
اس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

جلسہ مذاہب اعظم لاہور اور حضرت مسیح موعودؑ کی خدمتِ قرآن

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدمت قرآن کا ایک اور موقعہ اس وقت ملا جب دسمبر 1896 میں لاہور میں جلسہ مذاہب عالم ہوا۔ اس جلسہ میں سوامی شوگن چندر صاحب جن کی طرف سے ایسے جلسہ کی تجویز تھی نے مسلمانوں، عیسائیوں اور آریہ صاحبان کو قسم دی کہ ان کے نامی علماء ضرور اس جلسہ میں شامل ہوں اور اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں نیز لکھا کہ جو جلسہ اعظم مذاہب کا بمقام لاہور ٹاؤن ہال قرار پایا ہے اس کی اغراض یہی ہیں کہ سچے مذہب کے کمالات اور خوبیاں مجمع مہذبین میں ظاہر ہو کر اس کی محبت دلوں میں بیٹھ جائے۔ اور اس کے دلائل اور براہین کو بخوبی لوگ سمجھ لیں۔۔۔اور اس جلسہ اعظم مذاہب کے لیے پانچ سوالات مقرر ہوئے۔ اور جلسہ کی کمیٹی کی طرف سے یہ شرط رکھی گئی کہ تقریر کرنے والا اپنے بیان کو حتی الامکان اس کتاب تک ہی محدود رکھے جس کو وہ مذہبی طور پر مقدس مان چکا ہے۔ پانچ سوال جو مقرر ہوئے مندرجہ ذیل ہیں:

1- انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں
2- انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ
3- دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہوسکتی ہے؟
4- کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟
5- علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا ہیں؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار جلسہ سے قبل

''سچائی کے طالبوں کے لیے ایک عظیم خوشخبری''

کے نام سے شائع کروایا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں 26، 27، 28 دسمبر 1896 کو ہو گا۔ اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے۔ اور جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب سنے گا، میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور نیا نور اس میں چمک اٹھے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی۔ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف وگزاف کے داغ سے منزہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے تا وہ قرآن شریف کے حسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔ اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی اور ہرگز قادر نہ ہوں گی کہ اپنی کتاب کے وہ کمالات دکھلا سکیں۔ خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس کی کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطع نکلا جو اردگرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی پڑی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا

اللہ اکبر خربت خیبر

اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول وحلول انوار ہے۔ اور وہ نور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور بدعت کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا تعالیٰ کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائیگا۔ اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی۔۔۔ پھر اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا

گیا اور مجھے یہ الہام ہوا

انّ اللّٰہ معک انّ اللّٰہ یقوم اینما قمت

یعنی خدا تیرے ساتھ ہے۔ اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لیے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج کر کے بھی ان معارف کے سننے کے لیے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ ان کی عقل و ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان

21 دسمبر 1896

اس جلسہ میں جو 26 تا 29 دسمبر ہوا سناتن دھرم، ہندوازم، آریہ سماج، فری تھنکر، برہمو سماج، تھیوسوفیکل سوسائٹی، ریلیجن آف ہرمنی، عیسائیت، اسلام اور سکھ ازم کے نمائندوں نے تقاریر کیں۔ لیکن ان سب تقاریر میں سے صرف ایک ہی تقریر ان سوالات کا حقیقی اور مکمل جواب تھی اور وہ تقریر تھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ اور اس تقریر کو پڑھ کر سنا رہے تھے آپؑ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ۔ جس وقت یہ تقریر حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی نہایت خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے اس وقت کا سماں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کسی مذہب کا کوئی شخص نہ تھا جو بے اختیار تحسین و آفرین کا نعرہ بلند نہ کر رہا ہو۔ کوئی شخص نہ تھا جس پر وجد اور محویت کا عالم طاری نہ ہو۔ طرز بیان نہایت دلچسپ اور ہر دل عزیز تھا۔ اور اس سے بڑھ کر اس مضمون کی خوبی کی اور کیا دلیل ہوگی کہ مخالفین تک عش عش کر رہے تھے اور یہی وہ مضمون تھا جس کے لئے 29 دسمبر کا دن بڑھایا گیا تھا۔

مشہور و معروف انگریزی اخبار 'سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور' نے باوجود عیسائی ہونے کے صرف اس مضمون کے اعلیٰ درجے پر ہونے کی تعریف لکھی اور اس کو قابل تذکرہ بیان کیا۔ اگر سب اخباروں کے حوالے پیش کئے جائیں تو مضمون بہت طوالت اختیار کر لے گا۔ صرف یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار سے ایک آدھے حوالے پر ہی اکتفا کیا جائے۔ اخبار ''جنرل و گوہر آصفی'' کلکتہ 24 جنوری 1897 کی اشاعت میں ''جلسہ اعظم مذاہب لاہور'' اور ''فتح اسلام'' کے دوہرے عنوان سے لکھتا ہے:

''۔۔۔غرض جلسہ کی کارروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ہی تھے جنہوں نے اس مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے۔ اور اس انتخاب کو راست کیا ہے۔۔۔حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسہ میں حضرت مرزا صاحب کا یہ مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا تعالیٰ کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی فطری جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے، بالا ہے۔''

اخبار ''چودھویں صدی'' (راولپنڈی) نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس لیکچر پر مندرجہ ذیل تبصرہ کیا:

''ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روحِ رواں تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا۔ جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔۔۔غرضیکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لیے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔۔۔ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول اور فروعات اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے مسئلہ کو ثابت کیا اور اس کے

بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآن کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا۔ جس میں بے شمار معارف وحقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے۔ اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا کہ تمام اہل مذاہب ششدر رہ گئے۔۔۔''

(اخبار ''چودھویں صدی'' راولپنڈی یکم فروری 1897)

وفات مسیح ناصری اور قرآن

قرآن کریم کی ایک خدمت جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ خراجِ تحسین پیش کرتی رہے گی وہ خدمت ہے جو اس دور کے مسلمانوں کے غلط عقائد کی اصلاح ہے جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رکھتے تھے اور ان پر عمل پیرا تھے۔ اور مسلمان یقین رکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور وہ ظاہری رنگ میں حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد کا عقیدہ رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے اس غلط عقیدے کی اصلاح بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حصے میں آئی۔ اور آپؑ نے بڑے ہی واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے الہاماً بتایا ہے:

''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں وعدہ کے موافق تُو آیا ہے و کان وعداللّٰہ مفعولا۔''

(ازالہ اوہام حصہ دوم روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 402)

آپ علیہ السلام اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے میرے دوستو! میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم پر زور دو اور پر زور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو۔ جب تم مسیح کا مُردوں میں ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری سب بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔ ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کر دو پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے۔ اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ دوم روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 402)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کو قرآن کریم کی 30 آیات سے ثابت کیا اور یہ ایک ایسی خدمت ہے جو آپ کی ہمیشہ مرہون منت رہے گی۔ اور اس خدمت کو لے کر مسلمان عیسائی مذہب کو پاش پاش کر سکتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق دے اور ان کے سینے کھولے اور اس کے سچے مسیح کو مان کر وہ بھی اسلام کی خدمت میں سربستہ ہو جائیں اور عیسائیت کے غلط عقائد کو خاک میں ملا کر توحید کا جھنڈا بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں۔

حیاتِ مسیح کا قرآن وحدیث سے ثبوت دینے والے کے لئے انعام

قرآن مجید سے آپؑ نے ایسے دلائل اور براہین نکال کر دکھلائیں جن کا جواب آج تک مخالفین میں سے کوئی نہیں دے سکا اور نہ ہی کبھی دے سکے گا۔ آپ نے قرآن کریم سے ایسی تیس آیات نکال کر پیش کیں جن سے صریحاً وفات مسیح ثابت ہوتی تھی۔ آپ نے بار بار مخالفین کو چیلنج دیئے اور مقابلہ کے لئے للکارا

اورانعامات بھی مقرر کئے۔مگر کوئی نہ آیا۔آپ علیہ السلام خود فرماتے ہیں:

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5صفحہ 224)

آپ علیہ السلام نے وفاتِ مسیح ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم میں جوالفاظ حضرت مسیح ابن مریم کے لئے بیان کئے ان کی لغوی بحث بھی کی ہے اور اس سے بھی وفات مسیح ثابت کی ہے۔مثلاً لفظ توفی کے متعلق فرمایا کہ لفظ توفی جب ذی روح کے لئے بولا جائے اور فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور نیند کا قرینہ نہ ہو تو سوائے موت کے اور کوئی معنی نہ ہونگے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ توفی پر بحث کرتے ہوئے علماء کو چیلنج کیا:

''اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار وقصائد ونظم ونثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ تــوفّی کا لفظ خدا تعالےٰ کے فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دونگا۔اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔''

(ازاله اوهام حصه دوم روحانی خزائن جلد 3 صفحه 603)

ایک اَور چیلنج

سفر دہلی 1891 کے دوران آپ علیہ السلام نے مولوی سید نذیر حسین صاحب المقلب شیخ الکل کو بار بار وفات وحیات مسیح کے مسئلہ کی طرف بلایا اور کہا کہ آؤ قرآن اور حدیث کی رو سے میرا مقابلہ کرلو۔ایک اشتہار 17 اکتوبر 1891 میں آپؑ نے بعنوان'' اللہ جلشانہ کی قسم دے کر مولوی نذیر حسین کی خدمت میں بحث حیات ممات مسیح ابن مریم کے لیے درخواست'' لکھتے ہوئے فرمایا:

'' بالآخر مولوی نذیر حسین صاحب کو یہ بھی واضح رہے کہ اگر وہ اپنے عقیدہ کی تائید میں جو حضرت مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔آیات صحیحہ قطعیہ الدلالت واحادیث صحیحہ متصلہ مرفوع مجلس مباحثہ میں پیش کردیں اور جیسا کہ ایک امر کو عقیدہ قرار دینے کے لیے ضروری ہے یقینی اور قطعی ثبوت صعود جسمانی مسیح بن مریم کا جلسہ عام میں اپنی زبان مبارک سے بیان فرمادیں تو میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ فی آیت اور فی حدیث پچیس روپیہ ان کی نذر کروں گا۔''

(اشتهار 17اکتوبر 1891 بحواله حیاتِ طیبه صفحه 94)

صعود نزول حضرت مسیح کے متعلق حدیث پیش کرنے والے کو بیس ہزار روپیہ تاوان ادا کرنے کا اعلان:

یہ عجیب بات تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مخالفین کو قرآن اور حدیث سے بار بار حضرت مسیح کی وفات پر ثبوت پیش فرمارہے تھے اور مخالفین آپؑ کے دلائل سے لاجواب ہوکر آپ پر کفر کے فتوے لگارہے تھے۔آخر کار آپ علیہ السلام نے ایک کتاب''کتاب البریہ'' کے نام سے شائع کی اور مخالف علماء کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

''اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ نہیں پایا جاتا اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لیے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اترے ہیں۔اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اترا ہے۔اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا

وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے۔ اور پھر کسی زمانے میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں۔ اور توبہ کرنا اور اپنی تمام کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کرلیں۔''

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 225-226)

نہ اس دور میں کوئی میدان میں آیا اور نہ ہی آج تک کوئی آسکا ہے اور نہ رہتی دنیا تک کوئی ہوگا جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ان چیلنجوں کو توڑ سکے۔

عیسائیوں کو دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمات میں سے ایک خدمت یہ بھی ہے کہ آپ نے قرآن کریم کا مقابلہ تورات وانجیل سے کر کے بتایا کہ حقیقی نجات کی راہیں وہی ہیں جو قرآن نے بیان کی ہیں اور تورات وانجیل میں انسانوں نے بہت تحریف کی ہے اور قرآن انسانی دست برد سے بالکل پاک ہے۔ آپؑ عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

آؤ عیسائیو ! ادھر آؤ　نورِ حق دیکھو! راہِ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں　کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ!
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو　یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ!
کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار　کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ!
کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو!　کچھ تو لوگو! خدا سے شرماؤ!
اے عزیزو! سنو کہ بے قرآں　حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں　ان پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں عجیب اثر　کہ بناتا ہے عاشق دلبر
کوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے　پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے

(براھین احمدیہ حصہ سوم روحانی خزائن جلد اول صفحہ 298-300)

ناسخ ومنسوخ کا مسئلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل مسلمانوں میں یہ عقیدہ رائج تھا کہ ایک آیت سے دوسری آیت منسوخ ہو جاتی ہے اور جو منسوخ کرتی تھی وہ ناسخ کہلاتی تھی۔ اور سمجھا جاتا تھا کہ یقیناً بعض آیات قرآن کریم کی منسوخ ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ پانچ آیات سے لیکر گیارہ سو آیات تک قرآن کریم کی منسوخ قرار دی جاتی تھیں۔ جس کو جو آیت سمجھ نہ آتی وہ اسے منسوخ قرار دے دیتا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس خدمت قرآن کا ذکر کرتے ہوئے آیت کریمہ

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا ؕ

(سورۃ البقرہ 2: 107)

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ آیت ایسی اہم ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس آیت کے متعلق جو غلط فہمی لوگوں میں پائی جاتی تھی اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف اسی کو دور کرتے تو میرے نزدیک یہی ایک بات آپ کی نبوت اور ماموریت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہوتی۔ اس کے متعلق مسلمانوں میں غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں تھیں۔ اس کی موجودگی میں اسلام کو سچا مذہب قرار دینا یا اسے قلبی تسکین اور اطمینان کا موجب سمجھنا ناممکن تھا۔۔۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر بتایا کہ شروع سے لے کر آخر تک سارا قرآن قابل عمل ہے۔ بسم اللہ کی باء سے لیکر والناس کی سین تک قرآن کریم قائم اور قیامت تک کے لئے قابل عمل ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 95-97)

اپنی پیاری جماعت کو نصائح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جماعت اللہ تعالیٰ کے اذن سے قائم فرمائی ہمیشہ ان کو اپنے نمونے سے بھی اور اپنے پاکیزہ ملفوظات سے بھی یہی نصیحت کی کہ قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جو انسان کی صحیح رہنمائی کرتی ہے۔ جو اس کو چھوڑ کر کسی اور طرف جاتا ہے، وہ نجات کا راستہ اپنے ہاتھ سے

اپنے پر بند کرتا ہے۔فرمایا:

''یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور ان کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔چنانچہ میں اس وقت اس ثبوت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

(الحکم 17نومبر 1905)

پھر فرمایا:

''قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے۔اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے۔جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔دیکھو جب انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ابتدا میں مخالف ہنسی کیا کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 409)

پھر آپؑ قرآن کریم کے معارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہی سچ بات ہے کے خدا کا کلام سمجھنے کے لئے اول دل کو ایک نفسانی جوش سے پاک بنانا چاہیئے،خدا کی طرف سے دل پر روشنی اترے گی۔بغیر اندرونی روشنی کے اصل حقیقت نظر نہیں آتی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ

(الواقعہ 56: 80)

یعنی یہ پاک کا کلام ہے۔جب تک کوئی پاک نہ ہو جائے وہ اس کے بھیدوں تک نہیں پہنچے گا۔میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا اور اگر لوگ چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ میں دنیاداری کے کام میں نہیں پڑا اور دینی شغل میں ہمیشہ میری دلچسپی رہی۔میں نے اس کلام کو جس کا نام قرآن ہے نہایت درجہ تک پاک اور روحانی حکمت سے بھرا ہوا پایا۔نہ وہ کسی انسان کو خدا بناتا اور نہ روحوں اور جسموں کو اس کی پیدائش سے باہر رکھ کر اس کی مذمت اور نندیا کرتا ہے۔اور وہ برکت جس کے لیے مذہب قبول کیا جاتا ہے،اس کو یہ کلام آخر انسان کے دل پر وارد کر دیتا ہے اور خدا کے فضل کا اس کو مالک بنا دیتا ہے۔پس کیونکر ہم روشنی پا کر پھر تاریکی میں آویں اور آنکھیں پا کر پھر اندھے بن جاویں۔''

(سناتن دھرم روحانی خزائن جلد 19صفحہ 473-474)

پھر فرمایا:

'' جو علمی ترقی چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ قرآن شریف کو غور سے پڑھے۔جہاں سمجھ نہ آئے دریافت کرے اگر بعض معارف سمجھ نہ آئیں تو دوسروں سے دریافت کر کے فائدہ پہنچائے۔''

(الحکم 17جولائی 1903)

پھر فرمایا:

''بالآخر میں پھر ہر ایک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دین حق کے نشان اور اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جس سے ہمارے نابینا علماء بے خبر ہیں' وہ مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے۔اور وہ کرامات مجھ کو عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلے سے تمام مذاہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی عاجز ہیں۔میں ہر ایک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے موسیٰؑ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰؑ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔

میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11صفحہ 345)

مزید فرمایا:

''سو تم ہوشیار رہو۔اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم

بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا الخیر کلہ فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق اور مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل سب ہدایتیں ہیچ ہیں۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی پیاری جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' قرآن شریف کو پڑھو اور خدا سے کبھی ناامید نہ ہو۔ مومن کبھی خدا سے ناامید نہیں ہوتا۔ یہ کافروں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ ہمارا خدا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر خدا ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو اور نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو۔ اور اس کا مطلب بھی پڑھو۔ اپنی زبان میں بھی دعائیں کرلو۔ قرآن شریف کو معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو، بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھو۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 191)

قرآنِ کریم سے محبت اور احترام کے چند واقعات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قرآن کریم سے محبت و احترام کے چند واقعات لکھے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؑ کو کس قدر قرآن کریم سے محبت تھی۔

حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

'' ایک دفعہ۔۔۔مبارک احمد مرحوم سے بچپن کی لاپروائی میں قرآن شریف کی کوئی بے حرمتی ہوگئی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اتنا غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے بڑے غصہ میں مبارک احمد کے شانے پر طمانچہ مارا۔ جس سے اس کے نازک بدن پر آپ کی انگلیوں کا نشان اٹھ آیا اور آپ نے اس غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اس کو میرے سامنے سے لے جاؤ۔''

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 324)

مرزا سلطان احمد صاحب (مرحومؓ) نے بیان کیا کہ:

'' والد صاحب تین کتابیں بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ یعنی قرآن مجید۔ مثنوی روم اور دلائل الخیرات اور کچھ نوٹ بھی لیا کرتے تھے اور قرآن شریف بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔''

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 190)

'' حافظ نور محمد صاحب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ۔۔۔حافظ نبی بخش صاحب نے (حضور سے) ہنس کر کہا یہ (یعنی خاکسار نور محمد) بہت وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں۔ میں نے عرض کی حضور میں تو وظیفہ نہیں کرتا، صرف قرآن شریف ہی پڑھتا ہوں۔ آپؑ مسکرا کر فرمانے لگے تمہاری تو یہ مثال ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کہا کہ یہ شخص بہت اچھا کھانا کھایا کرتا ہے، تو اس نے جواب میں کہا کہ میں تو کوئی اعلیٰ کھانا نہیں کھاتا صرف پلاؤ کھایا کرتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا قرآن شریف سے بڑھ کر اور کون سا وظیفہ ہے۔ یہی بڑا اعلیٰ وظیفہ ہے ''

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 346)

محمود کی آمین

سیدنا حضرت المصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے جب قرآن مجید کا پہلا دور مکمل کیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جون 1897 میں اسی خوشی کے موقعہ پر ایک تقریب آمین منعقد کی۔ جس میں آپ علیہ السلام نے نہ صرف قادیان کے احباب کو دعوت دی بلکہ بیرون قادیان سے بھی احباب کو بلا کر اس خوشی میں شامل کیا اور اسی خوشی کے موقعہ پر آپ نے ایک منظوم آمین بھی لکھ کر 7 جون کو چھپوالی تھی۔ جو اس تقریب پر پڑھ کر سنائی گئی۔ اندر خواتین یہ نظم پڑھتی تھیں اور باہر مرد اور بچے پڑھتے تھے۔ یہ آمین نہایت سوز و درد میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کا ایک مجموعہ ہے۔ چند اشعار ہی قرآن کی مدح میں ملاحظہ ہوں، اختصار کے ساتھ۔ آپؑ فرماتے ہیں:

قرآں کتابِ رحماں سکھلائے راہِ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں
اُن پر خدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہے چشمہء ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں اِن سے ملے ولایت
یہ نور دل کو بخشے دل میں کرے سرایت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

منظوم کلام اور حضرت مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت قرآن کا ذکر ہے اور قرآن کریم کے بارے میں آپ کے دلوں کو گرما دینے والے اور ایمان میں ایک نئی روح پھونکنے والے اشعار کا تذکرہ نہ ہو تو یہ مضمون نامکمل رہے گا۔ چند بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں:

آپؑ فضائل قرآن مجید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
بہارِ جاوِداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

پھر آپؑ قرآن مجید کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمہء اصفیٰ نکلا
یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہے جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیرِ بیضا نکلا

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

شکر خدائے رحماں ! جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے

کیا وصف اس کے کہنا ہر حرف اس کا گہنا
دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے

دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسی خوابیں
خالی ہیں ان کی قابیں ، خوانِ ھدٰی یہی ہے

آخر پہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو فارسی شعروں کے ترجمہ پہ اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپؑ کو کس قدر تڑپ تھی کہ جلد سے جلد قرآن کا بول بالا ہو اور ہر جگہ قرآن کی بادشاہت قائم ہو۔آپؑ فرماتے ہیں:

''میں خوشی سے سو بار اچھلوں اگر مجھ پر ظاہر ہو جائے کہ قرآنِ مجید کا حسن و جمال ساری دنیا پر ظاہر ہو گیا۔اے بے خبر انسان! قرآن مجید کی خدمت کے لئے کمر باندھ لے،اس سے پیشتر کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص دنیا میں نہیں رہا۔''

(درثمین فارسی)

اللہ کرے کہ ہم سب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تڑپ کو اپنی تڑپ بنا کر قرآن مجید کی خدمت میں لگ جائیں اور اپنی زندگیوں کا دستور العمل بنالیں۔اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین۔

☆......☆......☆

پرواز کے پر پیدا کر

کلام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

حسن اپنا ہی نظر آیا تو کیا آیا نظر
غیر کا حسن بھی دیکھے وہ نظر پیدا کر

چشمِ احباب میں گر تُو نے جگہ پائی تو کیا
حسن و احساں سے دلِ خصم میں گھر پیدا کر

یہ زر و مال تو دنیا میں ہی رہ جائیں گے
حشر کے روز جو کام آئے وہ زر پیدا کر

وحدت و طاعت و بے نفسی و صدق و اخلاص
حکمت و معرفت و علم و ہنر پیدا کر

دین پر مال و تن و جان تھے ان کے قرباں
رنگ یہ ہو سکے تجھ سے بھی اگر پیدا کر

شان اسلام کی قائم جو انہوں نے کی تھی
نقشہ عالم میں وہی بار دگر پیدا کر

سخت مشکل ہے کہ اس چال سے منزل یہ کٹے
ہاں اگر ہو سکے پرواز کے پَر پیدا کر

(بحوالہ مشکوٰۃ ستمبر 2000 صفحہ 19)

ذکرِ حبیب علیہ السلام

محمد ظفر اللہ ہنجرا، مشنری جنوبی ریجن امریکہ

آپ کے سامنے اس مسیح و مہدی کی سیرت کے چند ایسے نمونے پیش کرنا چاہتا ہوں جن کو اختیار کرنے اور پیروی کرنے کی ہم کو تاکید کی گئی ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بھی حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونوں کو زندہ کرنے کے لئے آئے۔ آپؑ فرماتے ہیں ؎

چُھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ تیرے سر کو جھکا یا ہم نے

پس حضرت مسیحِ موعودؑ کی زندگی کا ذکر آپ کے سامنے رکھوں گا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ خدا کی توحید اختیار کرو۔ آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد2 صفحہ 48)

سیرت کے اس مضمون کا محور یہی دو چیزیں حقوق اللہ اور حقوق العباد ہونگی۔ بچپن سے ہی خدا کی یاد اور اس کی محبت میں ایسے محو تھے کہ غیروں کی زبان سے یہ سنا گیا یہ شخص زمینی نہیں آسمانی ہے۔ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔ ہر احمدی

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کی انگوٹھی پہنتا ہے۔ یہ وہ الہام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس وقت ہوا جب آپ کے والد صاحب کی وفات ہوئی تو دل میں یہ خیال آیا کہ وہ آمدنی کے ذرائع جو والد صاحب کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھے ان کے بارے میں مشکلات پیش آئیں گی۔ اس کی بابت آپ فرماتے ہیں اس الہام نے مجھے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور وہ میرا خدا ایسا متکفل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز متکفل نہیں ہوگا۔ یہ خدائی الہام شروع سے لے کر آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر رحمت کا بادل بن کر چھایا رہا۔ ایسا ہی خود فرماتے ہیں:

’’جب میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے۔‘‘

پس یہ الہام ہے، خوشخبری ہے ہر اس احمدی کے لئے جو کسی وجہ سے پریشان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مشکلات دور کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ ہاں ضرورت ہے دل کی کھڑکی کھول کر اس سینہ میں اس خدا کو بسانے کی اور دنیا کو اس خدا کی طرف بلانے کی۔

آپؑ فرماتے ہیں:

’’ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اسے دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔‘‘

(کشتیٔ نوح)

آپؑ کے چھوٹے صاحبزادے مرزا مبارک احمد صاحب بچپن میں فوت ہو گئے۔ آپ کو ان سے بہت پیار تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اس سے بہت تکلیف ہوگی لیکن جب وہ فوت ہوئے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے، خلیفہ اوّل مولوی نور الدینؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''مولوی صاحب ایسے خوشی کے دن بھی انسان کو بہت کم میسر ہوتے ہیں۔فرمایا جب قضاوقدر کے قانون کی چوٹ بندے کو آ کر لگتی ہے اور وہ اس کو خدا کے لئے برداشت کرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے اور خدا کی قضا پر راضی ہوتا ہے تو پھر وہ اس ایک آن میں اتنی ترقی کر جاتا ہے جتنی کہ چالیس سال کے نماز روزے سے بھی نہیں کر سکتا تھا۔پس مومن کے لئے ایسے دن درحقیقت ایک لحاظ سے بڑے خوشی کے دن ہوتے ہیں۔''

(سیرت المهدی جلداول صفحه177)

چوہدری رستم علی صاحب ریلوے کے انسپکٹر تھے۔انتہائی مخلص اور فدائی صحابی تھے۔ -/150 روپے تنخواہ پاتے تھے اور 20 روپے رکھ کر باقی تنخواہ حضورؑ کی خدمت میں بھجوا دیتے تھے۔ان کا لڑکا بیمار ہوا،ان کی اہلیہ اُس کو قادیان لے آئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر ٹھہریں۔ایک دن حضورؑ نے فرمایا کہ میں نے رؤیا دیکھی ہے کہ کوئی میرے خدا کو گالیاں دیتا ہے۔مجھے اس کا بڑا صدمہ ہوا۔اگلے دن وہ لڑکا فوت ہوگیا۔اس کی والدہ جزع فزع کرنے لگی اور اس کے منہ سے یہ کلمہ نکلا ارے ظالم تو نے مجھ پر بڑا ظلم کیا،یہ الفاظ دہراتی رہی۔حضور اقدسؑ نے یہ الفاظ سن لئے،باہر تشریف لائے اور بڑے جوش سے فرمایا اسی وقت یہ عورت اور ان کے خاوند میرے گھر سے نکل جائیں۔حضرت میر محمد اسماعیلؓ صاحب کی والدہ نے اس عورت کو سمجھایا کہ حضورؑ ناراض ہیں اور جا کر معافی مانگو۔چنانچہ انہوں نے معافی مانگی تو انہیں معاف کر دیا گیا اور اُنکے لڑکے کی تجہیز وتکفین کا انتظام کیا گیا۔

چوہدری رستم علی صاحب کی قربانی دیکھیں لیکن خدا کے مسیح نے غیرت توحید کے مقابل پر ان کی قربانی کی بھی پرواہ نہیں کی۔جب اُنہوں نے معافی مانگی تو وہی شفقت،رحمت واپس آ گئی اور دفن کا انتظام کروا دیا۔

آپ اپنے پروردگار کی خاطر شب وروز ذکر الٰہی،عبادات،تبلیغ اور وعظ ونصیحت میں گزارا کرتے تھے۔آپ کے والد صاحب کی طرف سے آپ کو 'مسیتڑ' کا لقب تو ملا ہی ہوا تھا لیکن خدا سے تعلق کی شہادت تو غیر بھی دیتے رہے۔

نماز باجماعت کا اتنا اہتمام تھا کہ اوائل زندگی میں قادیان کے ایک غریب نابینا معین الدین عرف حافظ کو اپنے گھر رکھ لیا اور اس کے اخراجات کے خود متکفل ہو گئے کہ نماز باجماعت ادا کیا کریں گے۔اس ادائیگی نماز میں عدالت سے طلبی کی آوازیں بھی مخل نہ ہو سکیں اور جب بھی کوئی سائل قرب خداوندی کے لئے کسی چلّہ یا ورد کے لئے دریافت کرتا تو اکثر تین امور کی نصیحت فرماتے تھے:

- نماز خشوع وخضوع سے ادا کی جائے
- درود شریف کثرت سے پڑھا جائے
- مخالفین اسلام کی کسی کتاب کا جواب دو

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ تمہارا کونسا عمل ہے کیونکہ میں نے جنت میں تمہاری جوتیوں کی آواز سنی ہے آپ نے فرمایا اور تو کوئی یاد نہیں ہاں! باوضو رہتا ہوں اور اس سے نوافل ادا کرتا رہتا ہوں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریق تھا کہ آپ باوضو رہا کرتے تھے۔

خدا کی توحید کی اشاعت کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ جس خدا کی طرف میں آپ کو بلا رہا ہوں وہ صرف زبانی دعویٰ نہیں بلکہ دلائل سے اس کی خدائی کا ثبوت دیتا ہوں۔قبولیت دُعا کا اعجاز آپ کو عطا ہوا تھا۔اس کے نمونے آپ نے اپنی کتابوں میں درج کئے کہ کس طرح ناممکن باتیں ممکن میں تبدیل ہوئیں۔

آپؑ نے فرمایا:

''خدا نے مجھے بار بار الہام سے یہی فرمایا کہ آئندہ بھی جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔''

جب بیت الدعا کی تعمیر کروائی تو اس کی غرض بھی یہی بتائی:

''ہم نے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ستر سال کے قریب عمر سے گزر چکے ہیں۔موت کا وقت مقرر ہے۔خدا جانے کس وقت آ جاوے اور کام ہمارا ابھی بہت باقی ہے۔ادھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔رہی سیف اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا اذن،اور منشاء نہیں ہے لہٰذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور اسی سے قوت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دعا کی کہ اس مسجد

البیت اور بیت الدعا کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائل نیرہ اور براہین ساطعہ کے فتح کا گھر بنادے۔''

(بروایت مفتی محمد صادق ؓ ذکرِ حبیب)

آپؑ فرماتے ہیں:

''ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں، خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔''

(ذکرِ حبیب)

جب آپ نے 'اسلامی اصول کی فلاسفی' تصنیف فرمائی اس کے متعلق اشتہار شائع کیا کہ یہ ایک نشان ہوگا اس کے متعلق فرمایا:

''میں نے اس مضمون کی سطر سطر پر دعا کی ہے۔''

(اصحاب احمد جلد9صفحہ 265)

آپ فرماتے ہیں میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگتا ہوں۔ اپنے نفس کے لئے یہ دعائیں مانگتا ہوں کہ خدا مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت وجلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ اپنی بیوی بچوں اور مخلص دوستوں اور سلسلہ سے وابستہ لوگوں کے لئے ۔ یہ ہمارے آقا کا روز کا دستور تھا۔

اس مضمون کے متعلق آپ کی کتابیں اور منظوم کلام بھرا پڑا ہے کہ کس طرح خدا کا مسیح ہم سب کے لئے تڑپ کر خدا کے حضور گریہ وزاری کرتا رہا ہے۔ یہ آپ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت اماں جانؓ نے بچوں کو بلا کر جو نصیحت فرمائی وہ اعتراف تھا اس بات کا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کیسے دعائیں کیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''بچو گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا۔''

(دُرِّ مکنون)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان بھی کیا:

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

اب میں سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے پہلو ہمدردیٔ بنی نوع انسان یا حقوق العباد کی طرف آتا ہوں۔ کس طرح آپ کے دن اور رات اس جذبہ سے سرشار تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب میں اس نقشہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دیہات کی عورتیں جن کو وقت کی قدر نہیں تھی اپنے بیمار بچوں کو لاتیں اور مفت دوائیں لیتی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ وقت کا ضیاع بھی کرتی تھیں لیکن کبھی آپؑ کے ماتھے پر شکن نہیں آئی ۔ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا:

''حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں، میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھتا ہوں۔ جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہیں ہونا چاہیئے۔''

(سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لئے دعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا۔۔۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی سے مسلمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے۔۔۔ شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے (ہم نے) دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں ۔ اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں۔۔۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تمہیں چاہیئے کہ تم ایسی قوم بنو جس کی نسبت آیا ہے

فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ اُن کا ہم جلیس (اور اُن کے ساتھ ملنے جُلنے والا) بد بخت نہیں ہوتا۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ97.96ماخوذ از الحکم 17اگست1902)

پس یہ تعلیم ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنے دشمنوں کے متعلق۔ اس سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ ہمیں اپنے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں اس سے بڑھ کر بیویوں یا خاوندوں سے کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ دعا کا ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے حضرت عمرؓ جیسے جاں نثار اسلام کو عطا کئے گئے۔ اس ہتھیار سے اپنے ماحول کو اور گھر کو امن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

حضرت منشی ظفر احمد کپورتھلوی بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ ایک مولوی قادیان آیا وہ حضور سے بحث کرنے لگ گیا۔ حضور اسے جواب دیتے رہے۔ جب عاجز آ گیا اور خاموش ہو گیا اس پر حضور نے اسے پوچھا کیا آپ سمجھ گئے ہیں۔ اس نے کہا جی میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ دجّال ہیں کیونکہ دجّال کی صفت میں یہ بھی آیا ہے کہ بحث میں دوسروں کا منہ بند کر دے گا۔ اس نے امرتسر جا کر اشتہار شائع کیا اور یہ واقعہ لکھا اور یہ بھی لکھا کہ جب مرزا صاحب اندر گئے تو میں نے ایک رقعہ بھیجا کہ میں ضرورت مند ہوں۔ کچھ سلوک میرے ساتھ کرنا چاہیئے۔ رقعہ ملتے ہی آپ نے فوراً پندرہ روپے بھیج دیئے۔''

(اصحاب احمد جلد4صفحہ137)

پس جہاں اختلافات ہوں وہاں ہمارے آقا نے دعا اور احسان کی تعلیم دی ہے اور اس کو اپنی ذاتی انا کا مسئلہ نہیں بنایا۔

مولوی عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''آپ اپنے خدام کو بڑے ادب اور احترام سے پکارتے ہیں اور حاضر و غائب ہر ایک کا نام ادب سے لیتے ہیں۔ میں نے بارہا سنا ہے اندر اپنی زوجہ محترمہ سے آپ گفتگو کر رہے ہیں اور اس اثناء میں کسی خادم کا نام زبان پر آ گیا ہے تو بڑے ادب سے لیا ہے جیسے سامنے لیا کرتے ہیں۔ کبھی ''تُو'' کر کے کسی کو خطاب نہیں کرتے۔ تحریروں میں جیسا آپ کا عام رویہ ہے ''حضرت اخویم مولوی صاحب''۔ ''اور اخویم حبی فی اللہ مولوی صاحب'' اسی طرح تقریر میں بھی فرماتے ہیں ''حضرت مولوی صاحب یوں فرماتے تھے۔''

اندازِ تخاطب بھی ماحول میں تبدیلیاں لاتا ہے اسی وجہ سے گھر جنت کا نمونہ بھی بنتے ہیں اور جہنم بھی۔ آپ کبھی ذو معنی بات نہ کرتے نہ کبھی کسی کی دلآزاری کی بات کرتے نہ آنکھ کے اشارے سے بات کرتے۔ ستاری آپ کا شیوہ تھا لوگوں کی ایک دوسرے کے خلاف شکایات سننا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ شکایت کرنے سے پہلے اس کے لئے 40 دن دعا کرو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:

''اگر حاکم ظالم ہو تو اس کو برا نہ کہتے پھرو بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو خدا اس کو بدل دے گا یا اسی کو نیک کر دے گا جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے مومن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔''

(ذکرِ حبیب صفحہ 258)

ایک خادمہ نے گھر سے چاول چُرا لئے اس کی چوری پکڑی گئی۔ جب آپ کو علم ہوا تو فرمایا چھوڑ دو اسے رسوا نہ کرو ضرورت مند ہے اسے کچھ دے دو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جہاں تک ہو سکے لوگوں کو سزا سے بچاؤ

ادرء الحدود ماستطعتم

خدا کا مسیح خدائی صفت چشم پوشی اور ستاری کا مظہر تھا اور یہی تعلیم اور نمونہ ہمارے لئے چھوڑا کہ لوگوں کی کمزوریاں مشہور نہ کیا کرنا اور ان کی خوبیوں سے معاشرہ کو آگاہ کرنا اگر ہم میں سے ہر ایک اسی صفت کو جاری کرنے والا بن جائے تو بہت سارے بدظنیوں پر مبنی جھگڑے اور عداوتیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ دوستی کے تقدس کا کس طرح اظہار فرماتے ہیں' ہر احمدی کیلئے ایک عمدہ نمونہ ہے:

''اگر کوئی مجھ سے عہدِ دوستی باندھے تو مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ

کیسا ہی کیوں نہ ہو میں اس سے قطع تعلق نہیں کرتا اِلّا یہ کہ وہ خود تعلق قطع کرے۔فرماتے ہیں اگر ہمارے دوستوں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہو۔لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم اُسے اُٹھا کر لے آئیں گے۔اور پیشتر اس کے اُسے ہوش آئے وہاں سے ہٹ جائیں گے تا کہ وہ ہوش میں آنے پر شرمندہ نہ ہو۔''

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 93)

اس روایت میں دوستی کے تقدس کی حفاظت کی ہے اور اس کے نتیجے میں قائم ہونے والے حقوق دوستی کو نباہنے کی تلقین اپنی کیفیت حال سے کی ہے لیکن جماعتی اخوت عہد دوستی سے بھی بڑھ کر ہے اس کا پاس کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔

آنحضرت ﷺ اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اعزّہ و اقارب اور سہیلیوں کا بھی خیال رکھتے تھے اور بکرا ذبح کرتے تو ان کو بھی گوشت بھجواتے تھے۔اسی طرح آنحضرت ﷺ نے والد کی وفات کے بعد اس کے زندگی کے دوستوں سے احسان کرنے کی بچوں کو تلقین فرمائی ہے۔ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کی اولاد کو نصیحت فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عہد دوستی کو جو مریدوں کی صورت اختیار کر گیا تھا' حضرت مفتی صادق صاحبؓ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''میری والدہ قادیان آئی ہوئی تھیں ۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں میری صحت کے لئے دعا کی درخواست کی حضور نے فرمایا ہم تو ان کے لئے دعا کرتے ہی رہتے ہیں ۔آپ کو خیال ہوگا کہ صادق آپ کا بیٹا ہے اور آپ کو بہت پیارا ہے لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مفتی صاحب کا خاص خیال رکھا کرتے تھے ان کے وضو کے لئے لوٹے میں پانی لاتے ۔ایک دفعہ کا ذکر کرتے ہیں:

''1897 کا واقعہ ہے میں قادیان آیا مجھے مسجد مبارک میں بٹھایا اور فرمایا بیٹھئے میں کھانا لاتا ہوں۔تھوڑی دیر کے بعد کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کھانا کھائیے میں پانی لاتا ہوں۔بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرت ہمارے مقتداء پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیئے۔''

مہمان نوازی کا یہ سلوک صرف مفتی صاحب کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ بہت سارے صحابہ کی دلچسپ روایات موجود ہیں کہ کس طرح خدا کا مسیح میز بان بن کر مہمان نوازی کا حق ادا کرتا رہا ہے۔اور یہی وجہ تھی کہ آخر وقت تک لنگر خانہ اور مہمانوں کی خاطر مدارات خدا کے مسیح نے اپنے ہاتھ میں رکھی۔اس مہمان نوازی میں حضرت اماں جانؓ کے زیور بیچ کر مہمان نوازی کی صورت پیش آئی تو اس کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور خدمت میں کمی نہیں آنے دی۔حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

''میں الدّار کی پہرہ داری کرتا تھا۔سردی کا موسم تھا اور میرا بستر بھی ہلکا تھا۔گچ کا پلستر ہوا تھا۔ایک رات سردی کی شدت کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی ۔حضرت اقدس تشریف لائے ۔اس رات میں اٹھ کر کھڑا نہ ہوسکا۔حضور اقدسؑ نے اپنی پوستین جو دیوار پر لٹک رہی تھی ،مجھ پر ڈال دی اور میں گہری نیند سو گیا۔صبح جب اذان سے جاگا حضرت مسیح موعودؑ اس کھڑکی سے اندر تشریف لائے ۔میں نے سلام عرض کیا۔حضور مسکراتے ہوئے میری طرف بڑھے اور فرمایا:

'میاں عبدالرحمٰن آپ نے تکلف کر کے تکلیف اٹھائی۔بستر کم تھا تو کیوں ہمیں اطلاع نہ دی؟ شرط موت کی لگانا اور رنگ اجنبیت کا دکھانا ٹھیک نہیں۔دو چار روز کی بات ہو تو اجنبیت انسان نباہ سکتا ہے۔مگر عمر کی بازی لگا کر تکلف و اجنبیت میں پڑے رہنا باعث تکلیف ہوتا ہے۔جب آپ نے گھر بار چھوڑا ، ماں باپ چھوڑے، وطن اور قبیلہ چھوڑ کر ہمارے پاس آگئے تو آپ کی ضروریات ہمارے ذمّہ ہیں'۔''

(اصحاب احمد 5/ 247)

صبح ہوتے ہی حضورؑ نے حکیم فضل الدین صاحبؓ کو فرمایا کہ میاں عبدالرحمٰن صاحب کو آج ہی بستر تیار کرادیں جیسا پسند کریں بنوادیں اور دو

جوڑے کپڑوں کے بھی بنوادیں۔

منشی ظفر احمد صاحب قادیان آئے ہوئے تھے عید آگئی ۔ بازار نئی پگڑی خریدنے گئے ۔حضور اقدسؑ کی نظر پڑ گئی ۔ دریافت فرمایا کہاں جارہے ہو؟ میں نے عرض کیا حضور پگڑی میلی ہوگئی نئی خریدنے جا رہا ہوں ۔ اسی وقت کھڑے کھڑے اپنا عمامہ شریف اُتار کرانہیں دے دیا اور فرمایا یہ آپ کو پسند ہے آپ لے لیں میں دوسرا باندھ لیتا ہوں۔

منشی صاحب فرماتے ہیں مجھ پر اس محبت اور شفقت کا جو اثر ہوا الفاظ اسے ادانہیں کر سکتے مذہب کی دنیا میں محبت ،شفقت اور احسان ہی وہ نیکیاں ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ رکھتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں تمہارے بہترین لیڈر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں ۔تم ان کے لئے دعائیں کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

سیٹھی غلام نبی جو بڑے غریب مزاج چکوال کے رہنے والے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضورؑ کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔سردی کا موسم تھا میں شام کے جھٹپٹے میں قادیان پہنچا۔رات کا کھانا کھا کر لیٹ گیا کافی رات گزر گئی کوئی بارہ بجے کا وقت ہوگا تو کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے آقا ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس لئے اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھامے کھڑے ہیں ۔ میں حضورؑ کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آگیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں ۔ آپ یہ دودھ پی لیں ۔شاید آپ کو دودھ کی عادت ہوگی ۔سیٹھی صاحب بیان کرتے ہیں یہ منظر دیکھا تو آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ اللہ اللہ کیا اخلاق ہیں ۔ یہ خدا کا برگزیدہ اپنے ادنیٰ خادموں کی خدمت اور دلداری میں کیا تکلیف اٹھاتا ہے۔

مسیح وقت نے مہمان نوازی کے جس طرح حق ادا کئے ہر احمدی کو ان روایات کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہیئے ۔ ہاتھ میں لالٹین لے کر خدمات کے مواقع تلاش کرنے چاہئیں ۔ یہی خدمتیں ہیں جو آخر سرداریوں پر منتج ہوتی ہیں۔ خدا کبھی ان خدمتوں کو ضائع نہیں کرتا بلکہ وہ خاندان جن کی مہمان نوازی کی صفت قائم تھی اور ہے وہ دنیا میں بھی کسی سے کمتر نہیں بلکہ بہت نوازے گئے ۔

کوئی غریب ہے یا امیر کوئی تعلیم یافتہ ہے یا غیر تعلیم یافتہ ، مسیح محمدیؑ کے غلام ہو کر اس صفت کو پہلے سے بڑھ کر قائم کرنا اور گھروں کے دروازوں کو ہر ایک کے لئے کھولنا ہی ہر احمدی کی تمنا ہونی چاہیئے ۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خانگی معاملات کے بارے میں دو واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں:

ایک واقعہ تو آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گُڑ کے چاول پسند ہیں ۔تو آپ نے کوشش کر کے چاول پکائے لیکن وہ اچھے نہ بنے بلکہ راب سے بن گئے اور حضرت اماں جان بڑی افسردہ بیٹھی تھیں ۔حضور اقدسؑ نے دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا گُڑ کے چاول بنائے تھے لیکن وہ اچھے نہیں پکے ۔آپؑ نے فرمایا دکھاؤ۔ پلیٹ میں ڈال کر پیش کئے گئے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان چاولوں کی تعریف کی اور مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کہیں کہ میرا دل بھی خوش ہوگیا۔

اس میں ہمارے لئے دو سبق ہیں ۔ایک تو ایک دوسرے کے جذبات کا خیال اور قدر کرنا ہر ایک کا فرض ہے اور دوسرے کی خاطر قربانی کا جذبہ بھی ہونا چاہیئے ۔ دوسری بات جو سب جوڑوں کے لئے ایک سبق ہے ایک دوسرے کی پسند کا خیال اور تلاش کرنا اور قدر کرنا ضروری ہے ۔ حضرت اماں جانؓ کو گُڑ کے چاول پکانے کا خیال اس وجہ سے آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پسند کیا کرتے تھے اس پسند کی خاطر آپ نے کوشش کی ۔ اس لئے ایک دوسرے کی پسند کا لحاظ رکھنا بھی بہت ضروری ہے ۔

ایک اور واقعہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں ۔ 1898 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اہم دینی ضروریات کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی ۔ آپ نے قرضہ لینے کی تجویز کا ذکر گھر میں کیا۔حضرت اماں جانؓ نے فرمایا باہر سے قرضہ لینے کی ضرورت نہیں ۔ میرے پاس ایک ہزار نقد اور کچھ زیورات ہیں آپ اس کو لے لیں ۔ آپ نے فرمایا میں بطور قرض لیتا ہوں اور اس کے بدلے میں باغ رہن کر دیتا ہوں گو حضرت اماں جانؓ یہ رقم پیش کر رہی تھیں لیکن دراصل جماعت کو تعلیم دی جا رہی تھی کہ بیویوں کا مال ان کا اپنا مال ہوتا ہے ۔قرض ہی لیا اور اس معاہدہ کو تحریر اور رجسٹری کروایا گیا اور اس کی سعادت حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صاحب کے حصہ میں آئی۔

اس میں جو سبق سکھایا گیا ہے ایک تو یہ ہے کہ بیویاں اپنا سب کچھ پیش کریں بھی تو خاوند ان سے بڑھ کر احسان کریں۔ عورتوں کے اموال پر نظر نہ رکھیں اور لین دین کے معاملات کو ضبطِ تحریر میں لایا کریں۔ چاہے جتنا ہی ایک دوسرے پر اعتماد کیوں نہ ہو اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں تعلیم دی ہے۔

آپ کی حسن معاشرت اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ اتنی اعلیٰ تھی جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت اماں جانؓ نے فرمایا:

''خدایا ان کی زندگی خدمت دین میں خرچ ہوتی ہے تو میری زندگی بھی ان کو عطا کردے۔''

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ صاحب کو بیوی سے حسن معاشرت کی تلقین فرما رہے تھے اور سختی کرنے سے منع۔ اور اسی طرح اور بھی نصائح فرما رہے تھے۔ آپؑ نے فرمایا:

''میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگِ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے۔ اور بااین ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع وخضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیتِ الٰہی کا نتیجہ ہے۔''

(سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ مؤلفہ حضرت عبدالکریم سیالکوٹیؓ)

یہ ہے حضرت اقدس کی تعلیم کہ زندگی میں ایک دفعہ آوازہ کسا تھا اور کوئی سخت لفظ نہیں نکلا تھا لیکن استغفار، نوافل اور صدقہ بھی دیا گیا۔ گھروں کو جنت بنانے کے لئے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ان نقوش پا کو اختیار کرنا ہے جو ہمیں منزلِ مقصود پر لے جائیں گے۔ جو دراصل حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

☆......☆......☆

پانچ کُشتیوں میں الٰہی تائید ونصرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

اس نے بڑے زور آور حملوں اور طرح طرح کے نشانوں سے تم پر ثابت کر دیا کہ یہ سلسلہ جو قائم کیا گیا اس کا سلسلہ ہے۔ کیا کبھی تمہاری آنکھوں نے ایسے قطعی اور یقینی طور پر وہ خدا تعالیٰ کے نشان دیکھے تھے جو اب تم نے دیکھے۔ خدا تمہارے لئے کُشتی لڑنے والوں کی طرح غیر قوموں سے لڑا اور ان پر فتح پائی۔ (اس کے بعد آپ نے مختصراً وضاحت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ان پانچ کُشتیوں کا ذکر فرمایا جن میں آپ کے مخالفین کو ناکامی ونامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان کے نام یہ ہیں):

1۔ عبداللہ آتھم
2۔ لیکھرام
3۔ مہوتسو کا جلسہ جس میں آپ کو آپ کے مضمون کے بالا رہنے کی قبل از وقت خوشخبری ملی۔
4۔ ڈاکٹر کلارک کا مقدمہ، جس کے فیصلہ سے قبل ہی دوسو افراد کو اس سے متعلق الہام سنایا گیا اور بالآخر فتح نصیب ہوئی۔
5۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے بارے میں پیشگوئی، جو مقررہ مدت تین برس کے اندر فوت ہوگیا۔

(روحانی خزائن جلد14 صفحہ326)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر سیالکوٹ

27/اکتوبر تا 3/نومبر 1904

روایات رفقاء حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں

حبیب الرحمٰن زیروی

سفر سیالکوٹ میں حضرت والدہ صاحبہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کا قبول احمدیت

والدہ محترمہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی تربیت کس طرح اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ہوئی۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا علم اور حضور کی صداقت کے متعلق یقین عطا کیا گیا۔ اور اپنے خاوند محترم سے چند روز قبل قبولِ احمدیت کی توفیق پائی۔ جناب چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اس دوران والدہ صاحبہ کو احمدیت یا حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کا کوئی تفصیلی علم نہ تھا۔ حتّٰی کہ حضور کے نام سے بھی واقفیت نہیں تھی 1904 کے دوران انہوں نے بعض رویاء دیکھے جن کی بناء پر انہیں اکتوبر 1904 کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

والدہ صاحبہ دو پہر کے کھانے کے بعد بصد شوق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فرودگاہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ راستہ اور مکان کی ہیئت سے والدہ صاحبہ نے پہچان لیا کہ یہ وہی مکان (راستہ اور وہی بزرگ ہیں اور اسی طرح برآمدہ میں ٹہل رہے تھے اور کاپی پر کچھ تحریر فرما رہے تھے) جیسا انہوں نے خواب میں دیکھا تھا۔

جب والدہ صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں شرفِ باریابی کے لئے حضرت میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے مکان پر حاضر ہوئیں تو خاکسار بھی ان کے ہمراہ تھا۔ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے عرض کی کہ حضور کی خدمت میں پیغام بھیج دیں کہ چوہدری نصر اللہ خان کے گھر سے آئے ہیں اور ملنا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا نے والدہ منشی شادی خان المعروف دادی صاحبہ کے ذریعہ حضرت صاحب کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ حضور نے پوچھا کہ بیعت کرنے آئے ہیں کہ زیارت کرنے۔ والدہ صاحبہ نے عرض کی کہ بیعت کرنی ہے۔ حضور علیہ السلام اس وقت مکان کی چھت پر تشریف رکھتے تھے اور غالباً لیکچر سیالکوٹ کی تیاری میں مصروف تھے۔ حضور نے کہلا بھیجا کہ تھوڑی دیر میں تشریف لائیں گے۔

تھوڑے ہی وقفہ کے بعد حضور تشریف لے آئے اور ایک پلنگ پر جو وسطِ صحن میں بچھا ہوا تھا تشریف فرما ہوئے۔ والدہ صاحبہ چند دیگر مستورات کے ساتھ ایک چوبی تخت پوش جو اس پلنگ کے قریب دو گز کے فاصلے پر بچھا ہوا تھا بیٹھی تھیں۔ جب حضور پلنگ پر تشریف فرما ہو گئے تو والدہ صاحبہ نے عرض کیا۔ حضورؑ میں بیعت کرنا چاہتی ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا بہت اچھا۔ اور والدہ صاحبہ نے بیعت کر لی یہ وقت ظہر کا تھا۔''

(رفقاء احمد جلد یازدھم ص36 تا 43)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سفرِ لاہور کے تقریباً ایک ماہ بعد حضور علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور باوجود اس کے کہ مجھے آشوبِ چشم کی تکلیف تھی میں نے حضور کے سیالکوٹ کے قیام کا اکثر وقت حضور کی قیام گاہ کے قریب ہی گزارا۔ میرے والد

نے انہی ایام میں حضور کی بیعت کی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔میری والدہ نے اپنے بعض رویاء کی بناء پر میرے والد صاحب سے چند دن پہلے بیعت کی تھی۔''

(اصحابِ احمد جلد یازدھم ص 50)

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیالکوٹ تشریف آوری اس شہر کے لئے تا ابد باعثِ فخر اور امتیاز رہے گی۔حضور کا ورود عین مغرب کے بعد ہوا۔ اسٹیشن پر خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ پلیٹ فارم پر اس ہجوم کو کسی انتظام کے ماتحت لانا مشکل ہو جاتا اس لئے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ جس گاڑی میں حضور اور حضور کے اہلِ بیت اور رفقاء سفر کر رہے تھے اسے کاٹ کر مال گودام کے پلیٹ فارم پر پہنچا دیا گیا۔مال گودام کا وسیع احاطہ کھچا کھچ خلقت سے بھرا ہوا تھا۔اور اس کے باہر سڑک پر بھی خلقت جمع تھی۔اسٹیشن پر اور ان بازاروں میں جہاں سے حضور کی سواری گزرنی تھی پولیس کا خاطر خواہ انتظام تھا۔

سپرنٹنڈنٹ پولیس اور اکثر حکام ضلع اور آنریری مجسٹریٹ انتظامی نگرانی کے لئے موجود تھے۔بازاروں میں اور مکانوں کی کھڑکیوں اور چھتوں پر کثرت سے لوگ موجود تھے اکثر تو ان میں سے زائر یا تماشہ بین تھے بعض مخالف بھی تھے۔مخالف علماء اور سجادہ نشینوں نے ہر چند لوگوں کو روکنے کی کوشش کی تھی کہ حضور کے استقبال یا زیارت کے لئے نہ جائیں لیکن یہ مخالفت خود اس ہجوم کے بڑھانے میں ممد ہوگئی۔

خاکسار بھی والد صاحب کے ہمراہ اسٹیشن پر گیا لیکن ہجوم کی کثرت کی وجہ سے حضور کی گاڑی کے قریب پہنچنے کا موقعہ نہ ملا دُور سے اپنی گاڑی میں بیٹھے ہوئے استقبال کا نظارہ دیکھتے رہے اور جب حضور علیہ السلام کی سواری ایک جلوس کی صورت میں اسٹیشن سے روانہ ہوگئی تو ہم واپس آگئے۔لیکن میرے ماموں صاحب جلوس کے ساتھ ساتھ گئے اور حضور کے اپنے جائے قیام پر پہنچ جانے کے بعد گھر واپس آئے۔ان سے ہم نے تفصیل کے ساتھ واقعات سنے۔جو حضور کو اور حضور کے رفقاء کو اسٹیشن سے لے کر حضور کی قیام گاہ تک پیش آئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع اپنے اہلِ بیت اور افرادِ خاندان کے حضرت میر حامد شاہ صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔حضرت خلیفہ اوّلؓ کا قیام بابو عبدالعزیز صاحب مرحوم کے مکان پر قرار پایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیالکوٹ تشریف آوری کے وقت والد صاحب کی طبیعت بھی بہت حد تک احمدیت کی طرف راغب ہو چکی تھی۔خاکسار بھی مغرب کے بعد مختصر مجلس میں والد صاحب کے ہمراہ حاضر ہوا کرتا تھا۔تین چار دن کے بعد چوہدری محمد امین صاحب نے والد صاحب کے پاس تسلیم کیا کہ ان کے اعتراضات کا جواب تو مل گیا ہے چنانچہ والد صاحب نے فرمایا کہ پھر کل بیعت کر لیں لیکن دوسری صبح جب والد صاحب چوہدری امین صاحب کے مکان پر پہنچے اور ان سے کہا کہ حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کے لئے چلیں تو چوہدری صاحب نے فرمایا کہ انہیں انشراح صدر نہیں۔چنانچہ والد صاحب ان کے بغیر ہی حضرت اقدس کی خدمت میں تشریف لے گئے اور بیعت کر لی اس موقعہ پر بھی خاکسار ان کے ہمراہ تھا یہ اکتوبر کے آخر کے دن تھے اور وقت فجر کی نماز کے بعد کا تھا۔''

(اصحاب احمد جلد یازدھم ص 30۔31)

جناب حافظ محمد حیات صاحب رضی اللہ عنہ پنشنر انسپکٹر پولیس حافظ آباد کے قلم سے

''1904 میں جب حضور علیہ السلام سیالکوٹ میں تشریف لائے مَیں شہر سیالکوٹ میں تعینات تھا۔ایک دن پہلے شہر سیالکوٹ میں عام منادی کی گئی کہ جو کوئی مسلمان مرزا صاحب کو دیکھنے سٹیشن پر جائے گا یا ان کے لیکچر میں جاوے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔اور عورت حرام ہو جائے گی۔چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام کی تشریف آوری پر جب گاڑی محلہ میانیہ پور سے گزر رہی تھی لوگوں نے گاڑی کو اینٹیں مارنا شروع کر دیں کہ کئی شیشے ٹوٹ گئے اور کئی آدمی گاڑی کے ساتھ لپٹ گئے میرے خیال میں آج کل کے مقابلہ میں مردم شماری ان ایام میں کم تھی لیکن پھر بھی لالہ ٹوڈر مل صاحب مالک 'سیالکوٹ میر' نے اپنے اخبار میں لکھا کہ مرزا صاحب کے استقبال کے لئے 35 ہزار کا مجمع ریلوے اسٹیشن پر موجود تھا جو مسلمان تھے اور دوسری اقوام کی تعداد بہت کم تھی۔اور بعضوں نے یہ لکھا کہ اب مسلمانوں کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں عورتوں کو دوسرے

خاوند تلاش کرنے چاہئیں ۔شاہانہ سواری کے ساتھ حضور علیہ السلام مع خدام اور حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا وصاحبزادگان والاتبار کے مقام فرودگاہ مکان حکیم حسام الدین صاحب تشریف فرما ہوئے ۔

اس سال مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ علالت طبع کے باعث سیالکوٹ تشریف لائے ہوئے تھے۔کمترین مولوی صاحب کے واسطے ہواخوری کے لئے دو اسپہ گاڑی مہیا کرتا اور شام کو ان کو سیر کرایا کرتا گاہے خواجہ صاحب وغیرہ دوست لاہور سے بھی آجاتے اور مولوی صاحب بحالتِ بیماری لیکچر دیا کرتے تھے۔حضور نے مولوی صاحب سے مل کر فرمایا کہ آپ سیالکوٹ آکر اور گھر کی عمارات دیکھ کر یہاں ہی بیٹھ گئے ۔ یہاں کوئی ضروری کام تھا۔مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور اب میری صحت اچھی ہے۔صرف ایک ہی کام میں کر سکا ہوں اور کچھ نہیں کر سکا،وہ یہ کہ علاوہ مردوں کے جو بازاروں اور دیگر مقامات پر چلتے پھرتے ہیں گلی کوچہ میں بیٹھنے والی مستورات کے کان میں یہ بات پہنچادی ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ فوت ہوگئے ہیں۔حضور اور مجھ سے یہاں کچھ نہیں ہوسکا۔حضور نے دستارِ مبارک کا پلو دہنِ مبارک پر رکھ کر تبسم فرمایا اور مولوی صاحب سے فرمایا۔تو پھر مولوی صاحب اور کیا کام آپ نے کرنا تھا۔سب سے بڑا کام تو یہی ہے جس کے لئے میں مامور ہوں۔اور ہر تقریر و گفتگو میں ذکر کرتا رہتا ہوں۔سب دوستوں نے مولوی صاحب کے لیکچروں کی تعریف کی۔حضور چھ سات دن سیالکوٹ رہے اکثر لوگوں سے ملاقات فرماتے رہے اور بیعت بھی بکثرت ہوئی۔طبیعت بھی کسی قدر ناساز تھی ۔ غیر لوگ بھی بکثرت ملے بعض وقت اس قدر ہجوم ہو جاتا تھا کہ بڑی مشکل ہوتی۔ایک دن حکیم حسام الدین صاحب نے عرض کی کہ بہت سے لوگ دیدار فیض اثر سے محروم جاتے ہیں۔4، 5 بجے شام کا وقت تھا حضور علیہ السلام کو ایک شاہ نشین پر بٹھایا گیا۔اور لوگ دور سے دیدار کرتے اور نیچے سے گزر جاتے تھے۔لیکن میں حسنِ ظن کی نہیں کہتا بلکہ رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ نظارہ جہاں سینکڑوں اشخاص مشتاق دیدار جمال ہوں ؛ حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک چودھویں کا چاند دکھائی دیتا تھا۔ ہندو سکھ وغیرہ دیدار کر کے خوش ہو رہے تھے مجھے معاً خیال آیا کہ امریکہ والے سچے ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کا فوٹو منگا اور فوٹو دیکھ کر اکثروں نے رائے لگائی کہ یہ منہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔

اس سفر میں جہاں تک میرا حافظہ مدد کر سکتا ہے دوسری صبح کو حضور علیہ السلام نے قادیان واپس جانا تھا کہ اکثر دوستوں اور دیگر مذاہب والوں نے تحریک کی کہ آپ کا ایک لیکچر سیالکوٹ ہو جائے۔حضور والا نے باوجودیکہ طبیعت ناساز ہے اور سفر کی تیاری ہے درخواست کو منظور فرمالیا۔ایک دن وقفہ کر کے تاریخ مقرر ہوگئی۔ جموں ، سیالکوٹ چھاؤنی ، وزیرآباد، لاہور، گجرات ، اطلاع ہوگئی ۔ چونکہ لیکچر کی وجہ سے عداوت کا بازار زیادہ گرم سے گرما گرم ہو گیا۔مولوی صاحبان بازار و چوک ہائے اور مسجدوں کے اندر چنگھاڑیں مارنے لگ گئے ۔اس لئے لیکچر کا انتظام اسی محلہ میں ایک جگہ کیا گیا۔میرا بھی اس میں دخل تھا کہ زیادہ انتظام پولیس کو نہ کرنا پڑے گا۔میں نے اپنے افسر سردار گوردت سنگھ صاحب انسپکٹر پولیس شہر سیالکوٹ سے عرض کر دیا کہ زیادہ کسی انتظام کی ضرورت نہیں ہے۔اپنے محلّہ میں جلسہ گاہ بنایا گیا ہے۔مخالفین کو وہاں دخل نہ ہوگا۔دوسرے دن پھر میں حاضر ہوا کہ انتظام وغیرہ مناسب دیکھ لوں حضور علیہ السلام کی نسبت دریافت پر معلوم ہوا کہ بالا خانہ کے سقف پر لیکچر تحریر فرما رہے ہیں۔ تنہا آپ ہیں۔کسی کو جانے کی نسبت حکیم صاحب نے منع کیا ہوا ہے۔ملاقاتی لوگ واپس جارہے ہیں۔اگرچہ خلاف ورزی حکم حکیم حسام الدین صاحب تھی۔ نیز ان کی طبیعت بھی غصہ والی تھی سب گھر والے و دوست آشنا ان سے ڈرتے تھے مگر میرے دل میں یہ ایک عشق تھا کہ دیکھوں حضرت صاحب کس طرح مصروف ہیں۔حکیم صاحب نے اگر دیکھ لیا یا کسی نے بتا دیا تو ان کے خفا ہوتے جلدی جلدی نکل جاؤں گا یہ بھی ممکن تھا کہ مجھے وردی میں ملبوس دیکھ کر حکیم صاحب معاف کر دیں گے۔یہی بات دل میں ٹھان کر زینہ کے راستہ کوٹھے پر چلا گیا۔اور آخری دروازے کی اوٹ میں خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

میں حلفیہ بیان کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ سقف مکان کے اوپر چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے شہ نشین تھے اور ان کے اندر بڑی بڑی چار دواتیں سیاہی کی ہر شہ نشین پر ایک ایک کر کے پڑی ہوئی تھیں۔حضرت صاحبؑ کے ہاتھ میں لوہے کا قلم تھا سر پر چھوٹی سی اونی ٹوپی جو دستارِ مبارک میں رکھتے تھے۔پہنی ہوئی تھی اور جلدی جلدی چلتے جاتے تھے اور دوات کا ڈوبہ ایک جگہ سے لے کر پھر دوسری جگہ سے لیتے تھے اور کاغذات لکھ لکھ کر لپیٹے جاتے تھے۔ جب سارا ورق لکھا جاتا تھا تو نیچے زمین پر پھینک دیتے تھے۔اکثر جگہ پر یہ کاغذ

پڑے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک لڑکا جوان عمر کا آیا اور جلدی میں سب کاغذات لے کر چلا گیا۔ میں نے آہستہ آہستہ اس سے پوچھا تم کیا کرو گے اس نے کہا کہ میں کاپی نویس ہوں اور میری مدد پر دو چار آدمی نیچے بیٹھے ہیں۔ کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ خدا کا جری چلتے چلتے لکھتا جاتا ہے اور کاغذات کے انبار پُر ہو جاتے ہیں دوسرا کاپی نویس آیا اور وہ لے گیا۔ سلطان القلم کا نقشہ میرے سامنے آ گیا۔

دوستو آپ بھی منشی ہیں میں نوشت خوان کے کام میں محکمہ پولیس میں مشہور تھا مگر ایک خط کسی دوست کو یا سرکاری رپورٹ لکھنی ہو تو کس قدر محنت و میز کرسی یا تکیہ غالیچہ کے فرش پر بیٹھ کے لکھتے ہیں۔ ان ایام میں میں نے کوشش کی کہ ایک کارڈ چلتے چلتے لکھوں مگر لکھ نہ سکا۔

انجام کار لیکچر تیار ہو گیا اور چھاپہ خانہ چلا گیا۔ جلسہ گاہ مکمل ہے کہ حضور کو کسی شخص نے چٹھی لکھی یا زبانی کسی نے ذکر کیا ہو یک لخت حکم صادر ہوا کہ ہمارا لیکچر باہر کھلے میدان یا کھلی جگہ پر ہونا چاہیے۔ یہ محلّہ والی جگہ لوگ پسند نہیں کرتے۔ بانیان جلسہ کے لئے یہ کس قدر مشکل بات تھی۔ سب حیران رہ گئے کہ کیا کیا جاوے۔ حکیم حسام الدین صاحب، والد میر حامد شاہ صاحب و چودھری محمد سلطان صاحب میونسپل کمشنر والد مولوی عبدالکریم صاحب و ڈاکٹر اقبال کے والد و بھائی سب ہوشیار آدمی تھے یہ مجھے علم نہیں کہ کس طرح فوراً خبر مشہور ہو گئی کہ لیکچر سرائے مہاراج جموں و کشمیر جو ریلوے سٹیشن سیالکوٹ کے قریب ہے ہوگا۔ سرائے کا انتظام ہو گیا ہے۔ کیونکہ بلحاظ مذہبی تعصب کے کسی جگہ کے ملنے کی امید نہیں تھی بس کیا تھا شہر سیالکوٹ ایک کارزار بن گیا۔ آبادی شہر سے لیکر سرائے تک مولوی صاحبان کے اڈے علیحدہ علیحدہ سائبانوں کے نیچے لگ گئے میں غلطی نہ کر جاؤں دیر کا معاملہ ہے۔ ایک اڈہ مولوی ابراہیم کا ایک پیر جماعت علی شاہ کا اور دو چار اور اڈے تھے۔ بڑے بڑے سائن بورڈ لگائے گئے کہ کوئی مرزا صاحب کے لیکچر میں نہ جاوے۔ شہر سیالکوٹ کے وسط میں ایک مسجد دو دروازے والی کہلاتی ہے۔ وہاں پر ایک جم غفیر موجود تھا۔ راہ گزرنے والوں کو سخت تکلیف تھی۔ بدزبانی کی جاتی تھی۔ پولیس کو بھی اب انتظام کی فکر ہو گئی۔ چنانچہ سرائے کے اندر عین جلسہ گاہ میں مسٹر بٹنی صاحب بہادر پولیس افسر، شہزادہ محمد یوسف خان صاحب مجسٹریٹ درجہ اول کی نوکری لگ گئی۔ پولیس کا انتظام خاطر خواہ تھا سردار گوردت سنگھ صاحب انسپکٹر پولیس ایک مشہور سراغرساں افسر تھے شہری زندگی سے کچھ بے خبر تھے۔ میں نے ان کو ہر طرح سے تسلی دی کہ آپ ذرہ بھر بھی فکر نہ کریں مرزا صاحب کا الہام ہے کہ دشمن ذلیل و خوار ہوں گے۔ اور یہ سلسلہ بڑھے گا پھولے پھلے گا۔ دشمن منہ کی کھائے گا۔ چنانچہ خدا کا جری شاہانہ سواری اور جلوس کے ساتھ روانہ ہوا میں دوستوں کے ساتھ جلوس کے ہمراہ تھا۔ ڈاکٹر اقبال صاحب کے والد کی دکان کے پاس اچانک میرے دل میں یہ بات آ گئی کہ حضرت صاحب کی بند گاڑی کے آگے بیٹھ جاؤں۔ چنانچہ میں آگے بیٹھ گیا جلوس خدا کے فضل سے خیر و عافیت کے ساتھ سرائے میں پہنچ گیا معلوم ہوا کہ حافظ سلطان امام مسجد نے اپنے شاگردوں کی جھولیوں میں راکھ کوڑا کرکٹ ڈال رکھا تھا کہ حضرت صاحب پر یہ راکھ پھینکی جاوے انہوں نے یہ حرکت بد کی مگر آخر پر وہ ان کے اپنے آدمیوں کے سر پر پڑی۔ میں ابھی ذکر کروں گا کہ حافظ سلطان و حکیم نبی بخش کون شخص تھے اور ان کا کیا انجام ہوا۔

سرائے کا جب بڑا دروازہ کھلا تو بکثرت لوگ داخل ہو گئے اور جلسہ گاہ میں پہلے تمام جگہ، کرسی بینچ شرفاء اور رؤساء وغیرہ سے پر ہو گئے تھے۔ مگر مولوی صاحبان کے اڈہ والے لوگ بھی دوڑ دوڑ کر سرائے کے اندر آ گئے اور شاملِ جلسہ ہوئے۔ مولوی صاحبان دیکھتے رہ گئے اور اکیلے میز کرسی پر ہاتھ بجاتے رہے۔

لیکچر حضرت مولوی حضرت عبدالکریم صاحب نے جس طریق سے پڑھا وہ دوست جانتے ہیں جو وہاں موجود تھے یا جنہوں نے لیکچر سنے ہوئے تھے۔ ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ عداوت کا بازار گرم تو پہلے ہی سے تھا مگر لیکچر میں جب یہ پڑھا گیا کہ میں مسیح ہوں، مہدی ہوں۔ اور ہندو حضرات کے لئے کرشن ہوں۔ اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ شہزادہ محمد یوسف خان صاحب کمشنر چونکے ہو گئے اور ادھر ادھر گھورنے لگے۔ مسٹر بٹنی بھی ہشیار ہوئے مگر خدا کے جری کو ایک ذرّہ بھر پرواہ نہیں۔ حکام کو خیال تھا کہ مسلمان تو پہلے سے ہی دشمن تھے آج ہندو آریوں کے ساتھ بھی زیادہ بغض اور عداوت کا بیج بویا گیا ہے۔

غرضیکہ یہ لیکچر بخیر و خوبی ختم ہوا اور دعا کے بعد یہ جلسہ ختم ہوا۔ سامعین خواہ کسی مذہب و ملت کے ہوں سب بشاش نظر آتے تھے۔ مولوی صاحب جھوٹی ڈفلی بجاتے رہ گئے۔ حافظ سلطان امام مسجد نے یہ حرکت کی کہ وہ کوڑا کرکٹ راکھ حضرت صاحب پر ڈالنا چاہتا تھا۔ اور بیس پچیس شاگرد کوٹھے پر کھڑے کئے

ہوئے تھے اور خود بھی شامل تھا اس کا بھائی حکیم نبی بخش کہتا تھا کہ میں طاعون کا معالج ہوں کسی قسم کا بخار ہو فوراً طاعون دور ہو جاتی ہے۔ اس لیکچر کے بعد اوران کی بدبختی اور بد باطنی کے اظہار کے نتیجے کے طور پر یہ ہوا کہ یہ سارا خاندان جو کئی اشخاص پر مشتمل تھا یکے بعد دیگرے سب ہی طاعون کا شکار ہو گئے۔ آج ان کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔ حافظ سلطان اپنے آپ کو ایک تیس مار خان سمجھتے تھے اور اپنے شاگردوں پر ان کو بڑا فخر تھا۔ یہ لیکچر مشہور سیالکوٹ لیکچر ہے۔ احباب ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔"

(الحکم جلد چودہ نمبر 23.22، 7 تا 14 جولائی 1938ء ص3)

حضرت مولانا امام الدین صاحب گولیکی رضی اللہ عنہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے تو میں بھی مدرسہ سے رخصت لے کر لیکچر سننے کے لئے گیا۔ جس مقام پر حضور اترے ہوئے تھے دروازے پر جا کر دربان سے درخواست کی تو اس نے کہا کہ حضور اس وقت کام میں مشغول ہیں اجازت نہیں مل سکتی۔ میرے ساتھ نواب خان تحصیلدار جو اِن دنوں گجرات میں ملازم تھے ملاقات کیلئے موجود تھے۔ انہوں نے کسی خاص ذریعہ سے پیغام بھیجا تو حضورؑ نے صرف مصافحہ اور سلام کی اجازت دی۔ اور بالا خانے سے سیڑھیوں تک تشریف لائے ہم نے بھی سلام اور مصافحہ کیا۔ تو میں نے فرطِ اشتیاق میں جناب کے پائے مبارک کو چومنے کے لئے ہاتھ لگائے۔ تو فوراً آپ نے میرے ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ بڑا گناہ ہے توبہ کرو۔ مَیں نے اس وجہ سے پابوسی کا ارادہ کیا تھا کہ درمختار میں صلحاء اور علماء کبار کی پابوسی کی اجازت مندرج ہے۔ اور پیرانِ طریقت خصوصاً چشتیاں میں عموماً رواج ہے۔"

(الحکم قادیان 21 اگست 1935 ص 5)

جناب محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ امام مسجد نور قادیان

جناب محمد اسماعیل صاحبؓ سیالکوٹی امام مسجد نور قادیان کے بیان کے مطابق منشی صاحب حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت اقدسؑ کے پرانے خدام میں سے ہیں۔ میں اس سلسلہ مضامین کی ابتداء اس سرزمین کے ایک واقعہ سے شروع کرتا ہوں۔ جس کے متعلق حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

"مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے کیونکہ میں اوائلِ زمانہ کی عمر میں سے ایک حصہ اس میں گزار چکا ہوں اور اس شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں۔

حضرت اقدسؑ مع اہل وعیال 27 اکتوبر 1904 کو لاہور سے ہوتے ہوئے سیالکوٹ میں تشریف لے گئے اور جب سٹیشن سے چلے تو لوگ بازاروں میں حضور کو دیکھنے کے لئے دورویہ کھڑے تھے۔ اور جس گاڑی میں سوار تھے اس کے کوچ بکس پر ایک انسپکٹر پولیس بیٹھا تھا۔ اور ایک آنریری مجسٹریٹ گھوڑا لئے آگے آگے چلا جا رہا تھا اور وہاں حضرت میر حسام الدین صاحب والد حضرت میر حامد شاہ صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔

حضور مکان کے بالائی حصہ میں ٹھہرے تھے وہاں کے بعض مخالف لوگوں نے یہ دیکھنے کے لئے کہ مرزا صاحب اپنے مکان میں کیا کرتے ہیں اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر ادھر نظر دوڑانی شروع کی۔ میر صاحب کے مکان کے اردگرد خشتی پردے بنے ہوئے تھے لیکن ان کے بعض حصے ایسے تھے کہ باہر سے کھڑے ہو کر دیکھنے سے اندر جو کچھ ہو رہا ہو نظر آ سکتا تھا وہ خدا جانے کس نیت سے دیکھنے لگے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ صحن کے دونوں طرف دو دواتیں رکھی ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں کاغذ ہے آپ مکان میں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر پھر رہے ہیں۔ اور لکھتے چلے جاتے ہیں یہ دیکھ کر ان کی بدگمانیاں دور ہوئیں اور شرمندہ ہوئے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضور کا یہی طریق گھر پر لکھنے کا تھا اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں تو بیٹھ کر لکھ نہیں سکتا اور خیال کرتا ہوں کہ جو مضمون بیٹھ کر لکھے جاتے ہیں وہ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن ہم چلتے پھرتے مضمون لکھتے ہیں اس لئے ہمارے مضمون بھی اپنا کام کرنے کے لئے مستعد ہوتے ہیں اور جلد جلد خدا کے فضل سے دلوں پر اثر کرتے ہیں۔

جب حضور علیہ السلام لاہور میں تشریف فرما تھے تو مولوی اور مولویوں کے دست وباز و جعفر زٹلی وغیرہ حضور کے خلاف سب شتم سے کام لیتے اور لوگوں کو ہر قسم کے فساد پر آمادہ کرتے رہتے تھے۔ جب حضور سیالکوٹ میں تشریف لے

گئے تو یہ جرگہ خدا کے مسیح علیہ السلام کی آزاردہی کے لئے وہاں بھی پہنچا۔

حضور علیہ السلام جس کے مکان پہ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ایک دشمنِ حق بازار میں سے جو گلی شروع ہوتی ہے وہاں گیا۔ اور عین اس کے سرے پر جس گلی کے اندر میر صاحب کے مکان پر حضرت مسیح موعود ٹھہرے ہوئے تھے پہنچا اور وہاں کھڑے ہو کر گالیاں دینے لگ جاتا۔ ایک نوجوان احمدی پاس کھڑا تھا جب اس نے گالیاں سنیں تو اس نے اس کو ڈانٹا پولیس والا آدمی آیا۔ اور اس نے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ تم کیوں ان کے مکان پر آ کر گالیاں دیتے ہو۔

حضورؑ کے وہاں قیام کے دوران پیر جماعت علی وغیرہ لوگوں نے عوام میں حضور کے خلاف بہت زہر پھیلا دیا اور فتویٰ دیا کہ جو مرزائیوں کا وعظ سنے گا اس کا نکاح ٹوٹ جاوے گا۔ اور جس دن حضرت اقدس کا وہاں پر لیکچر تھا پیر مذکور نے اپنے مریدوں کو بڑے زور سے روکا اور ہر طرف آدمی کھڑے کرائے کہ وہ اوّل تو ہر شخص کو حضرت صاحب کے لیکچر پر جانے سے روکتے تھے۔ ورنہ پیر جی کے مریدوں کو آدھ قدم نہ بڑھانے دیتے تھے ان تمام بندھنوں کے باوجود لوگ اس کثرت سے گئے کہ لیکچر گاہ پر ہو گئے اور پیر صاحب کا تعلیم یافتہ بھی گیا۔ اور دیوار پھاند کر اور روکنے والوں کی نظروں سے بچ کر گیا۔ منشی صاحب فرماتے ہیں اس نے مجھ سے آ کر کہا کہ اگرچہ پیر صاحب نے تو بہت روکا لیکن میں وہاں پہنچ ہی گیا یہ بات تو یاد ہے کہ اس لیکچر کو سننے کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ پیر صاحب کے پاس جانا اور بیٹھنا تو وقت ضائع کرنا ہے اور وہ نوجوان نہ صرف خود بھی پیر صاحب کا مرید تھا بلکہ قریباً سارا اس کا خاندان بھی پیر صاحب کے حلقہء مریدان میں شامل تھا۔ جب حضورؑ وہاں سے واپس ہونے لگے تو کچھ پیر صاحب نے لوگوں کو جوش دلایا ہوا تھا ان سے بڑھ کر ایک حافظ سلطان نامی شخص نے اپنے اردگرد کے لوگوں میں جوش بھرا اور ان کو آمادہ کیا کہ وہ حضرت صاحب پر راکھ ڈالیں اور پتھر پھینکیں۔ جب حضورؑ وہاں سے چلنے لگے تو جس گاڑی پر حضور سوار تھے وہ بند تھی ۔ تاہم احمدی جن میں منشی صاحب خود بھی تھے گاڑی کے ساتھ ہوئے کہ اپنی حفاظت میں گاڑی کو رکھیں۔ لوگوں نے جو اینٹ پتھر اور راکھ لئے کھڑے تھے اور گالیاں دے رہے تھے یہ خیال کیا کہ احمدی ہمیں دھوکہ دیتے ہیں مرزا صاحب اس گاڑی میں نہیں جس کے ساتھ احمدی جا رہے ہیں بلکہ پچھلی گاڑی میں ہیں۔ پچھلی گاڑی میں مستورات تھیں۔ اس خیال سے انہوں نے اینٹ پتھر اور راکھ کی بارش اس گاڑی پر نہیں کی جس میں حضرت اقدسؑ تھے بلکہ پچھلی گاڑی پر خاک دھول ڈالتے اور اینٹ پتھر مارتے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے باامن حضرت اقدس سٹیشن تک پہنچے۔''

(محمد شباب خان فاروق قادیان 22مئی 1919ء)

مولوی چراغ الدین صاحب رضی اللہ عنہ ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول گورداسپور

'' 1904 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک تقریر کے لئے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ جب حضور واپس آئے تو وزیرآباد کے سٹیشن پر پادری سکاٹ صاحب اور میں بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ان دنوں مذہبی حلقوں میں حضور کا بہت چرچا تھا اس لئے میں نے نہایت شوق سے گفتگو کو سنا اور حضور کی بزرگ و برتر صورت کو خوب جی بھر کر دیکھا۔ حضور کی گفتگو روحانیت سے معمور تھی اور پادری سکاٹ صاحب اپنے غیر شریفانہ اور اکھڑ طریقہء کلام سے بہت کھسیانے ہوئے اور اپنی بدتہذیبی پر ندامت کا اظہار کیا۔ کچھ رعبِ تقدس اتنا تھا کہ نہ تو پادری صاحب اور نہ ہی میں اپنی زبان کھول سکا۔''

(الحکم قادیان 28 ستمبر 1934ء)

☆......☆......☆

نماز

''نماز ایسی چیز ہے کہ اس سے دنیا بھی منور ہو جاتی ہے اور دین بھی''

(ملفوظات جلد 5 ص251)

''درد دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال دیتی ہے۔''

(ملفوظات جلد5 ص251)

''اگر سارا گھر غارت ہوتا ہے تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔''

(ملفوظات جلد6 ص370)

''وہ شخص جو خدا کے حضور گریاں رہتا ہے امن میں رہتا ہے۔''

(تفسیر سورۃ بقرۃ از حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

عائلی زندگی سے متعلق چند نصائح

امتہ النور لبنیٰ قریشی۔ آسٹن

دعویٰ ماموریت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کی روحانی اور اخلاقی ترقی کی طرف خصوصی توجہ دی۔ حضورؑ نے کئی مواقع پر احمدی مردو خواتین کو بیش قیمت نصائح سے نوازا تا کہ وہ ایک مثالی رنگ میں تربیت کر سکیں۔ شادی کے بعد حصولِ اولاد کی خواہش ہر انسان کا ایک فطری جذبہ ہے لیکن اکثر اوقات اس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اولاد کی خواہش صرف نیکی کے اصول پر ہونی چاہیئے چنانچہ اس بارہ میں حضورؑ فرماتے ہیں:

''لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ وہ خادمِ دین ہوں بلکہ اس لئے کہ دُنیا میں اُس کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ یہ یاد رکھو کہ اُس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا جب وہ اس سے قاصر ہے تو اَور نیکیوں کی اُمید اس سے کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا○

(الفرقان 25:75)

یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے اور یہ تب ہی میسر آ سکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی نہ بسر کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو اُس کا امام ہی ہو گا اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 562)

تربیت اولاد انسان کی زندگی کا اہم ترین پہلو ہے اُسکے بارہ میں حضورؑ فرماتے ہیں:

''ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فضل ہے، سخت پیچھا کرنا اور ایک عمل پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اُس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 309)

اولاد کی بہترین تربیت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خود اپنی تربیت قرآنی احکامات کی روشنی میں کی جائے۔ اپنے قول و فعل کے تضاد کو دور کیا جائے اور اپنی کمزوریوں پر احسن طریق سے قابو پایا جائے۔ بسا اوقات تباہ کن تاثیر رکھنے والی برائیاں ظاہری طور پر بے ضرر دکھائی دیتی ہیں۔ چنانچہ انہی برائیوں سے بچنے کے لئے کشتی نوح میں حضور علیہ السلام نے عورتوں کو ارشاد فرمایا ہے:

''تقویٰ اختیار کرو اور دُنیا سے اور اُسکی زینت سے بہت دل مت لگاؤ، قومی فخر مت کرو، کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو، خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو اُن کی حیثیت سے باہر ہیں کوشش کرو کہ تم معصوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو خدا کے فرائض نماز، زکوٰۃ وغیرہ میں سُستی مت کرو''

(کشتیٔ نوح صفحہ 72)

ایک اور جگہ پر فرمایا:

''میں سچ کہتا ہوں کہ بدظنی بہت ہی بری بلا ہے جو انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتی

ہے اور صدق اور راستی سے دور پھینک دیتی ہے اور دوستوں کو دشمن بنا دیتی ہے۔صدیقوں کے کمال حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان بدظنی سے بہت ہی بچے اور اگر کسی نسبت کوئی سوءِظن پیدا ہو تو کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرے تا کہ اس معصیت اور اس کے برے نتیجہ سے بچ جاوے''

(ملفوظات جلد اول صفحہ372)

پھر فرمایا:

''عورتوں کے لئے ایک ٹکڑا عبادت کا خاوندوں کا حق ادا کرنا ہے اور ایک ٹکڑا عبادت کا خدا کا شکر بجالانا ہے خدا کا شکر کرنا اور خدا کی تعریف کرنی یہ بھی عبادت ہے دوسرا ٹکڑا عبادت کا نماز کو ادا کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ساری عبادتیں ایسی رکھی ہیں جو بہت عمدہ زندگی تک پہنچاتی ہیں عہد کرو اور عہد کو پورا کرو،اگر تکبر کرو گی تو تم کو خدا ذلیل کرے گا یہ ساری باتیں بری ہیں کوئی چھوٹی عورت آوے تو چاہیئے کہ بڑی کو سلام کرے اگر کسی کو کسی سے کراہت ہووے اگر حسد کپڑے سے ہو یا کسی اور چیز سے ہو تو چاہیئے کہ وہ اس سے الگ ہو جائے مگر روبرو ذکر نہ کرے کہ یہ دل شکنی ہے اور دل کا شکستہ کرنا گناہ ہے اگر کھانا کھانے کو کسی کے ساتھ جی نہیں چاہتا تو کسی اور بہانے سے الگ ہو جائے مگر اظہار نہ کرے''

پھر فرمایا:

''تکبر اور شرارت بری بات ہے ایک ذرا سی بات سے ستر برس کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں''

شادی کے بعد خاوند اور بیوی کے تعلق کے نتیجے میں ایک ایسا پُر اسرار رشتہ وجود میں آتا ہے جس کے پیچ وخم سے صرف وہ دونوں ہی واقف ہوتے ہیں۔اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کے نقائص کو ڈھانپیں اور ان کے رازوں کے امین اور عیوب کے محافظ بنیں۔عورت کے لئے اُس کے خاوند کے مقام کی تشریح کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اگر اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے پس مرد میں جلالی اور جمالی رنگ دونوں موجود ہونے چاہئیں۔اگر خاوند عورت کو کہے کہ تو اینٹوں کا ڈھیر ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دے تو اُس کا حق نہیں ہے کہ اعتراض کرے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 404)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں عورتوں کو اپنے خاوندوں کا مطیع بننے کی تلقین فرمائی وہاں مردوں کو بھی اپنے اہل وعیال سے نیک برتاؤ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''چاہیئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں اگر انہی سے اُس کے تعلقات اچھے نہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ1)

پھر فرمایا:

''اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں وہ اُن کی کنیزیں نہیں ہیں۔درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغا باز نہ ٹھہرو سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو ان کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بد،خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ29)

ایک اور جگہ پر وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

''یعنی یہ بات مردوں کے ذمہ ہے کہ جو عورتوں کو کھانے کے لئے ضرورتیں ہوں یا پہننے کے لئے ضرورتیں ہوں وہ سب اُن کے لئے مہیا کریں اس سے ظاہر ہے

کہ مرد عورت کا مربی اور محسن اور ذمہ دار آسائش کا ٹھہرایا گیا ہے۔“

(چشمہء معرفت حصہ دوم صفحہ275)

سورۃالنور کی پردہ میں نازل شدہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:

”خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے یہ اُن نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزادنظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے بالآخر یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائزالنظر چیزوں کو دیکھنا، اس طریق کو عربی میں غضِ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیز گار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہیئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے اُس کے لئے اس تمدنی زندگی میں غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اُس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائے گی اور اُس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ وہ خلق ہے جس کو احصان اور عفت کہتے ہیں۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ35)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُر معارف نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم اپنی اور اپنی آنے والی نسلوں کی صحیح رنگ میں تربیت کر کے دنیا و آخرت میں سُرخرو ہوں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆

آٹھ یا نو ماہ کے روزے

1875 یا 1876 میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے متواتر آٹھ یا نو ماہ کے روزے رکھے۔ اس دوران آپ اپنی غذا کو کم کرتے چلے گئے یہاں تک کہ آٹھ پہر میں آپ کی غذا چند تولہ کے برابر رہ گئی۔ اُس عرصہ میں آپ پر بہت سی روحانی برکتیں نازل ہوئیں اور آپ نے کشوف اور رویا میں بہت سے فوت شدہ انبیاء اور دیگر بزرگوں کو دیکھا۔

نعت

محمد ظفر اللہ خان۔ فلاڈلفیا

صبرِ غم سے سوا عنایت ہو حوصلہ اک نیا عنایت ہو
سیّدیؐ پھر گلیمِ غم سے کوئی گوہرِ بے بہا عنایت ہو
”سُرمۂِ خاکِ پا عنایت ہو
آ گیا ہے غبار آنکھوں میں“

حسرت و غم کی تیرگی نہ مٹی آرزوؤں کی بے کلی نہ گئی
مرے لفظوں میں روشنی نہ رہی مرے سینے سے کج دلی نہ گئی
نورِ مہر و وفا عنایت ہو
”آ گیا ہے غبار آنکھوں میں“

حسرتیں مُستجاب ہو جائیں محوِ تعبیرِ خواب ہو جائیں
آتشِ اشکِ ناب سے ڈھل کر زخم سارے رُباب ہو جائیں
ایسی آہِ رسا عنایت ہو
”آ گیا ہے غبار آنکھوں میں“

گرد آلودہ ان جبینوں کو خاک آلودہ ان نگینوں کو
ہاں انہیں زخم زخم نظروں کو ہاں انہیں تار تار سینوں کو
سجدۂ با صفا عنایت ہو
”آ گیا ہے غبار آنکھوں میں“

علمی اور تحقیقی مضامین میں حوالے درج کرنے کے طریق

ہدایت اللہ ہادی، ایڈیٹر احمدیہ گزٹ کینیڈا

تجسس اور تلاش کا جذبہ ابتدائے آفرینش سے ہی خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت میں ودیعت کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحقیق وجستجو اور ریسرچ کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ انسان خود۔ اور ہر دور میں اہل علم اور اہل قلم حضرات اپنے نظریات کی تائید میں اپنے پیش رؤوں سے مدد لیتے رہے اور کبھی کبھی اپنے ہم عصر اہل فکر ونظر سے بھی تائید حاصل کی۔ تحقیق کے دوران بارہا ایسے مقامات آتے ہیں جہاں محققین حضرات کو دیگر کتب، رسائل وجرائد اور مختلف جائزوں کی چھان بین کرنی پڑتی ہے۔

جہاں تک ریسرچ کا تعلق ہے اس کے طریقہ ہائے کار اور معیار مختلف ہیں۔ ریسرچ کی مختلف اقسام ہیں اور ہر نوع کے لئے علیحدہ علیحدہ تعلیلی اور تحلیلی تجزیہ کے طریقے ہیں۔ اور اکثر وبیشتر محققین اپنے نظریات کی صحت اور استنباط و استدلال کی تائید میں سچائیوں اور حقیقتوں کو پرکھنے کے لئے کبھی استقرائی (Inductive) اور کبھی استخراجی (Deductive) طریقہ کار استعمال کرتے ہیں۔ الغرض اہل فکر ودانش جب بھی کوئی بات لکھتے ہیں تو اس کے لئے اسناد اور حوالے پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اچھے مضمون کی زینت اور اس کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کا جائزہ اس کے مستند حوالہ جات سے کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ حوالہ جات اس طرح درج کئے جائیں کہ وہ نہ صرف مقبول عام کا درجہ رکھتے ہوں بلکہ سادہ اور عام فہم بھی ہوں۔ اور ان میں یکسانیت، معنویت اور ہمہ گیریت پائی جاتی ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مختلف اسناد اور حوالہ جات کے لئے مختلف اسلوب رائج ہیں۔ جو عموماً ہر مضمون نگار اپنے مضامین میں استعمال کرتا ہے۔ جن کی چند مثالیں بطور نمونہ افادۂ عام کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

حوالہ جات کے عناصر مع امثلہ

1۔ قرآن مجید

سورۃ کا نام۔ سورۃ کا نمبر۔ آیت نمبر

مثلاً:

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور خدا کی خالص پرستش کرنے والوں کے ساتھ مل کر خدا کی خالص پرستش کرو۔

(سورۃ البقرۃ 2:44)

2۔ حدیث

حدیث کی کتاب کا نام۔ کتاب کا نام۔ باب کا نام

مثلاً:

خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس آدمی کو نہیں ہوگی جسے جنگل بیابان میں کھانے پینے سے لدا ہوا گمشدہ اونٹ مل جائے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات، باب التوبہ)

3۔کتب

مصنف ۔ کتاب کا نام ۔ ایڈیشن ۔ مقام اشاعت ۔ناشر۔سن اشاعت۔جلد۔صفحہ نمبروغیرہ

مصنف سے مرادمترجم،مؤلف،مرتب،شارح،مبصروغیرہ ہے۔

مثلاً:

شاہد، دوست محمد۔تحریک پاکستان اور جماعت احمدیہ۔لندن ایڈیشنل وکالت تصنیف،(ت۔ن)،صفحہ 19

4 ۔رسائل وجرائد

مضمون نگار۔مضمون۔رسالہ۔میعاد۔مقام اشاعت۔جلد۔شمارہ۔صفحہ نمبر

مثلاً:

ابونعمان۔''قرآن مجید کا اختلافی ترجمہ''۔ہفت روزہ لاہور۔لاہور: جلد35، شمارہ18،22فروری 1986،صفحہ 3

5 ۔اخبارات

بیان دینے والے کا نام۔''خبر کی سرخی''۔اخبار،مقام اشاعت۔مکمل تاریخ۔ صفحہ نمبر۔کالم نمبر

اخبار میں بیان دینے والے سے مراد خط لکھنے والا،مضمون نگار،کالم نگار،مبصر،مدیر وغیرہ ہیں۔

مثلاً:

ولی خان کا بیان ۔قائداعظم کے فرمان کے بعد پارلیمنٹ کسی کو غیر مسلم قرار نہیں دے سکتی۔ہم آج بھی احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے خلاف ہیں۔

روزنامہ جنگ لندن: 21 جولائی 1986ء،صفحہ 4،کالم 3-4

6۔کانفرنس

مضمون نگار۔مضمون ۔مقام اشاعت ۔ تاریخ ۔ بمقام ۔کانفرنس کا موضوع۔مورخہ۔صفحہ نمبر

مثلاً:

ہاشمی ،عبدالقدوس۔''جنگ بدر میں آنحضرت ﷺ کا حسن خلق''۔اسلام آباد، مورخہ 25 دسمبر 1985ء بمقام اسلام آباد ہوٹل ۔ سیرت کانفرنس منعقدہ 25-27دسمبر1985ء۔ صفحہ 30-40

7 ۔مطبوعہ کانفرنس یا رپورٹ

مقرر یا مقالہ نگار کا نام۔مضمون۔کانفرنس کا نام۔مرتبہ۔مقام اشاعت۔ناشر۔ سن اشاعت۔صفحہ نمبر

مثلاً:

فاروقی ،اسمٰعیل۔''فتح مکہ میں آنحضرت ﷺ کا حسن خلق''۔آل پاکستان سیرت کانفرنس۔منعقدہ اسلام آباد ہوٹل۔اسلام آباد۔مورخہ 25-27دسمبر 1985ء مرتبہ جاوید احمد۔کراچی: الموتمر العالم الاسلامی،1986ء۔صفحہ 115-125

8 ۔حوالہ جاتی کتب

مضمون نگار ۔مضمون ۔ حوالہ جاتی کتاب کا نام ۔ مرتبہ ۔ایڈیشن۔ مقام اشاعت۔ناشر۔سن اشاعت۔جلد نمبر۔صفحہ۔کالم نمبر

مثلاً:

مودودی ،سید ابوالاعلیٰ۔''خلافت'' در دائرہ معارف اسلامیہ، مرتبہ کلیم احسن صدیقی ۔ تیسرا ایڈیشن ۔ لاہور: دانش گاہ پنجاب ، 1982ء ، جلد5،صفحہ 5-20

علامات(Punctuations)

حوالہ جات درج کرتے ہوئے علامات کا بہت خیال رکھا جاتا ہے کیونکہ ہر علامت کے معنی ہیں۔وہ نہ تو بے معنیٰ ہیں اور نہ ہی بے مقصد۔

محذوف (Omissions)

بسا اوقات مضمون کے پیش نظر اقتباسات درج کرتے وقت اصل متن کے کچھ حصے حذف کرنے پڑتے ہیں وہاں حذف کی علامت ڈالنا بے حد ضروری ہے۔ ورنہ غیر معمولی ابہام کا خدشہ ہے۔ حذف کی علامت کے لئے تین نقطے ... ڈالتے ہیں۔ یاد رہے کہ نہ دو نقطے ہو سکتے ہیں نہ چار۔

اگر کسی مضمون میں کوئی اقتباس درج کیا گیا جو کہ صرف دو پیراگراف پر مشتمل ہے۔ اور اس متن میں حذف کی علامت نہیں ڈالی گئی۔ اور یہ لکھا گیا کہ یہ اقتباس صفحہ 11 تا 13 سے نقل کیا گیا ہے، تو یہ درست نہیں۔ حالانکہ ہو سکتا ہے کہ ایک پیراگراف کا کچھ حصہ صفحہ 11 سے لیا گیا ہو اور ضرورت کے پیش نظر دوسرا پیراگراف کا کچھ حصہ صفحہ 13 سے لیا گیا ہو۔ اور صفحہ 12 پر جو متن ہے اس سے کچھ بھی نہ لیا گیا ہو۔

مثلاً:

''اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ خدا کا سورج اور چاند وغیرہ کی قسم کھانا ایک دقیق حکمت پر مشتمل ہے ... سو ان قسموں میں یہی قانونِ قدرت اللہ تعالیٰ پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم غور کر کے دیکھو کہ کیا خدا کا یہ محکم اور دائمی قانون قدرت نہیں کہ زمین کی تمام سرسبزی کا مدار آسمان کا پانی ہے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی ۔ روحانی خزائن، جلد10 ، صفحہ 126-130)

اس اقتباس پر غور فرمائیں۔ اگر اس متن میں حذف کے لئے تین نقطے ... نہ ڈالے جاتے تو کیا یہ متن چار صفحات پر مشتمل ہو سکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے حذف کی علامت ڈالنا بے حد ضروری ہے۔

اصل ماخذ

ہر ممکن کوشش کی جائے کہ حوالہ جات اصل ماخذ Original Source سے حاصل کئے جائیں۔ اصل ماخذ سے مراد وہ کتاب یا رسالہ ہے جس میں سے مضمون نگار نے عبارت اصل حالت میں درج کی ہو۔ جیسے قرآن کریم، کتب احادیث، کتب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، روحانی خزائن، ملفوظات، اشتہارات، کتب خلفائے احمدیت، کتب علمائے سلسلہ، انسائیکلوپیڈیا وغیرہ

جہاں تک خلفائے سلسلہ کے خطبات جمعہ، روح پرور اور ایمان افروز خطابات، ارشادات، پیغامات اور منظوم کلام کا تعلق ہے ان کی اشاعت وطباعت کا اصلی ماخذ، جماعت احمدیہ کے مرکزی اخبارات اور رسائل وجرائد ہیں۔ جس اخبار یا رسالہ سے اقتباس لیا جائے وہاں ''منقول از'' لکھا جائے تا کہ ان اقتباسات کی صحت کی ذمہ داری اس ادارہ پر عائد ہو۔

مثلاً: ''جن گھروں میں ذکر الٰہی کی آوازیں بلند ہوتی ہیں وہاں خدا کا نور اترتا ہے...''

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔ 18 مارچ 1994ء بمقام مسجد فضل لندن۔

منقول از ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 15 اپریل 1994ء، صفحہ 5

(منقول از کی بجائے مطبوعہ بھی لکھ سکتے ہیں۔)

ترجمہ

اصل ماخذ کا ایک اور پہلو بھی غور طلب ہے جس کا تعلق ترجمے سے ہے۔ اگر چہ ترجمہ ایک فن ہے۔ لیکن پھر بھی ترجمہ، اصل تو نہیں ہوتا۔ کیونکہ دانشوروں کا کہنا ہے کہ ترجمہ کرتے ہوئے مترجم کے اپنے خیالات اور تاثرات نادانستہ طور پر اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ عام طور پر ترجمہ، اصل کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اصل بھی لکھا جائے اور اس کا ترجمہ بھی درج کیا جائے۔

ترجمہ در ترجمہ

اس سے مراد یہ ہے کہ اصل کا کسی زبان میں ترجمہ کر لیا جائے اور پھر اس ترجمے کو اصل کا متبادل سمجھ کر دیگر زبانوں میں اس کے ترجمے کئے جائیں۔

خاص طور پر جب اصل کا ترجمہ در ترجمہ کیا جاتا ہے تو وہ اصل کا حقیقی عکس پیش نہیں کرتا۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ترجمہ، اصل سے بہت دور چلا جاتا

ہے۔ اور یہ بہت ہی گھمبیر مسئلہ ہے۔ بعض مستشرقین نے ایسے ترجموں سے ناجائز فائدے اٹھائے ہیں۔

آج کل عموماً ترجموں کے لئے انگریزی کو بطور ماخذ استعمال کیا جارہا ہے اور اس طرح انگریزی سے دوسری مختلف زبانوں میں ترجمے منتقل ہورہے ہیں۔ جب کہ اصل ماخذ بہرکیف انگریزی نہیں ہے بلکہ کوئی اور زبان ہے۔

جہاں تک ممکن ہوسکے اصل کو ہی بطور حوالہ درج کرنا چاہئیے۔ خواہ وہ اصل کسی زبان میں ہو۔ البتہ ضرورت کے پیش نظر اصل کے ساتھ اس کا ترجمہ دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید کے عربی متن کے ساتھ اس کا کسی زبان میں ترجمہ دیا جاسکتا ہے۔ بصورت دیگر انگریزی کے ساتھ اس کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ وغیرہ دیا جاسکتا ہے۔ اس طرح اگر ترجمہ میں کوئی نقص یا خامی ہوگی تو قاری کسی حد تک درست کرسکے گا۔

ثانوی ذرائع

اگر مطلوبہ حوالہ کے اصل ماخذ تک رسائی ناممکن ہو تو پھر ثانوی ذرائع Secondary Sources سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

ثانوی ذرائع سے مراد وہ ذرائع ہیں جس میں کسی مضمون نگار نے اپنے مضمون میں کسی دوسرے کے مضمون کا اقتباس یا حوالہ درج کیا ہو اور وہ تحریر اس کی اپنی نہ ہو بلکہ کسی دوسرے مضمون نگار کی ہو۔ جیسے عام طور پر اخبارات اور رسائل و جرائد میں مطبوعہ مضامین میں دوسرے مضمون نگاروں یا کتابوں کے اقتباسات یا حوالے وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ثانوی ذریعہ کو ہی بنیاد بنانا چاہئیے۔ اور منقول از لکھا جائے۔

مثلاً:

''بچوں کی غلطی پر حضور توکل علی اللہ، عفو اور درگزر سے کام لیتے۔...''

(تربیت اولاد، صفحہ 8)

منقول از محبوبات، سیدہ حفیظۃ الرحمان۔ کراچی: مصنفہ از خود، 1989ء۔ صفحہ 80

بعض مضمون نگار ثانوی ذرائع سے حاصل کئے ہوئے اقتباسات کو اصل ماخذ کے حوالے سے درج کردیتے ہیں۔ یہ قطعاً درست نہیں۔ کیونکہ یہ تحقیق اور ریسرچ کے اصول کے خلاف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مضمون نگار نے اس اقتباس کو اپنی ضرورت کے پیش نظر درج کیا ہو اور نادانستہ طور پر اس اقتباس کے درج کرنے میں پورے معیار اور سند کا خیال نہ رکھا ہو۔ دوسرے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ حوالہ تفصیل کے ساتھ درج نہ ہو بلکہ ادھورا یا نامکمل ہو۔ اس طرح ایسے اقتباسات کے مستند ہونے میں جھول پیدا ہوسکتا ہے۔

بسا اوقات ثانوی ذرائع سے حاصل کیا ہوا حوالہ اتنا درست نہیں ہوتا جتنا اصل ماخذ سے حاصل کیا ہوا حوالہ مستند اور صحیح ہوتا ہے۔ اس لئے ثانوی ذرائع سے حاصل کئے ہوئے حوالے کا اصل ماخذ کے ساتھ احتیاط سے موازنہ کر لینا چاہیئے تاکہ حوالہ جات میں غلطی کا امکان نہ رہے۔ محض ثانوی ذرائع سے حاصل کئے ہوئے حوالے کو اصل ماخذ سے حاصل کئے ہوئے حوالے کا درجہ دینا درست نہیں۔ اس لئے ایسے تمام احتمالات سے گریز کرنا چاہیئے جو کسی حوالے کی سند میں ابہام کا سبب بنتے ہوں۔ بلکہ مضمون مکمل کرنے کے بعد تمام اقتباسات اور حوالہ جات پر ایک سے زائد بار نظر ثانی کرلینی چاہیئے تاکہ غلطی کا کم سے کم امکان رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے علمی طبقہ کو اپنے مضامین میں مکمل حوالہ جات صحیح طریق کے ساتھ درج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہمارا علمی اور تحقیقی اثاثہ ہر اعتبار سے قوی اور مستند ہو اور دوسروں کے لئے روشنی اور ہدایت کا موجب بنے۔ آمین۔

نوٹ: اس مضمون کی تیاری کے لئے درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

ALA world encyclopedia of library and information services, editor, Robert Wedgeworth. - 2nd ed. -- Chicago :

American Library Association, 1986. xxv, 895 p. : ill.

The Bluebook : a uniform system of citation. - 15th ed. -

Cambridge, MA : Harvard Law Review Association, 1991-
" Compiled by the editors of the Columbia law review, the Harvard law review, the University of Pennsylvania law

Houghton Mifflin Co., c1988. 43 p.: ill.

Winkler, Anthony C. Writing the research paper: a handbook with both the MLA and APA documentation styles/ Anthony C. Winkler, Joe Ray McCuen.- 3rd ed. -- San Diego: Harcourt Brace Janovich, c1989. xvii, 322 p.:ill.

Winkler, Anthony C. Writing the research paper: a handbook / Anthony C. Winkler, Jo Ray McCuen . - 6th ed. - Austin: : Thomas & Heinle, 2003. xviii, 397 p.: ill.

☆......☆......☆

مُناجات اور تبلیغِ حق

منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

موتِ عیسیٰؑ کی شہادت دی خُدا نے صاف صاف
پھر احادیثِ مخالف رکھتی ہیں کیا اِعتبار

گر گماں صحت کا ہو پھر قابلِ تاویل ہیں
کیا حدیثوں کیلئے فُرقاں پہ کر سکتے ہو وار

وُہ خُدا جس نے نشانوں سے مجھے تمغہ دیا
اب بھی وُہ تائیدِ فرقاں کر رہا ہے بار بار

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عُمرِ دُنیا سے بھی اب ہے آگیا ہفتم ہزار

اس کے آتے آتے دیں کا ہو گیا قصہ تمام
کیا وُہ تب آئے گا جب دیکھے گا اس دیں کا مزار

کشتیٔ اسلام بے لطفِ خُدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

(دُرِّثمین)

review and Yale law review."

Dees, Robert. Writing the modern research paper. 4th ed. New York:Longman, c2003. xii, 420 p.: ill. + I guide, 14p.

Guide title: The Longman guide to the 2003 MLA updates.
Martyn, John. Investigative methods in library and information science : an introduction /John Martyn, F. Wilfrid Lancaster. Arlington, Va. : Informtion Resources Press, 1981. v, 260 p.

Northey, Margof, 1940- Making sense in the humanities: a student's guide to research and writing and style / John Martyn & Maurice R. Toronto: Oxford University, c.1990. 142 p.

Northey, Margof, 1940- Making sense: a student's guide to research and writing; with Joan McKibbin. 4th ed. Don Mills, Ont.: Oxford University, c.2002. 178 p.

Northey, Margof, 1940- Making sense: social sciences: a student's guide to research and writing / Margof Northey, Lorne Tepperman, James Russell.. - 2nd ed. --: Don Mills, Ont.: Oxford University, c.2002. vi, 272 p. : ill

Robertson, Hugh, 1939 - The research essay : a guide to papers, essays, and projects. Hough Robertson. - Rev. ed. -- Ottawa : Piperhill Publications, c. 1991. 95.: ill.

Robertson, Hugh, 1938- The research essay: a guide to essays and papers. -- 5th ed.-- Ottawa: Piperhill Publications, c. 2001.

Turabian, Kate L. A manual for writers of term papers, theses, and dissertations. 6th ed. Rev. by John Gressman and Alice Bennett. Chicago.: University Press, c.1996. ix, 308 p. (Chicago guides to writing, editing and publishing)

Trimmer, Joseph F. A guide to MLA documentation style for research papers / Joseph F. Trimmer. - Boston:

کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار

مولانا بشیر احمد قمر۔ربوہ پاکستان

میری والدہ مرحومہ نے مجھے بتایا کہ میں ان کے ہاں شادی کے چوتھے یا پانچویں سال پیدا ہوا اور پھر کئی ماہ تک بہت روتا رہا۔علاج معالجے اور تشخیص کا کوئی انتظام نہ تھا۔ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں میرے والدین نے میری پیدائش سے پہلے اور بعد بھی میری تکلیف کے پیش نظر بہت دعائیں کی ہوں گی۔اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کی کیا کیا تمنائیں ہوں گی اور کیا کیا منتیں مانی ہوں گی۔اس نیت اور خواہش کا میرے والد صاحب مرحوم ہر ایک سے ذکر کرتے رہے کہ میں اس کو وقف کروں گا اور دین کا مبلغ بناؤں گا۔اس کے لئے وہ خود بھی دعائیں کرتے تھے اور ملنے والے دوستوں اور بزرگوں سے بھی اس خواہش کا اظہار کرتے، دعا کے لئے درخواست کرتے۔معلوم ہوتا ہے کہ اس نیت اور ارادہ سے وہ خدا سے اولاد کی دعا کرتے رہے اور دعائیں کرواتے رہے اور میری ہوش کے زمانے میں اسی نہج پر میری تربیت کرتے رہے۔اپنی نمازوں خصوصاً تہجد میں اونچی آواز سے قرآنی دعائیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی منظوم دعائیں کرتے رہے۔میری اِس وقت تک کی زندگی میں مجھ پر بہت سے حادثات و واقعات آئے لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے زندگی بخشی اور اپنے فضل سے بچاتا رہا۔یہ اِنہیں دعاؤں کا نتیجہ تھا جو میرے والدین کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغین کی جماعت میں شامل ہونے کی سعادت بخشی۔الحمد للہ۔

سچ ہے ؎

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا

ذیل میں ان واقعات میں سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں:

(1)

1947 میں پاکستان بننے کے بعد کشمیر کی جنگِ آزادی شروع ہوئی۔ چارکوٹ نامی ہمارا ایک گاؤں تھا اور وہاں بہت بڑی احمدیہ جماعت تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں قائم ہوئی۔اس وقت میرے خاندان میں احمدیت کی پانچویں نسل جاری ہے۔الحمد للہ۔

جنگِ آزادی میں ہماری جماعت کے بہت سے خدام شریک ہوئے۔وہ صرف بندوق چلانا جانتے تھے۔باقاعدہ تربیت یافتہ فوجی نہ تھے لیکن ایک جذبہ تھا۔ان میں ایک ایسے دوست بھی تھے جو دوسری عالمگیر جنگ میں بھی شریک ہو چکے تھے۔ان کا نام عبدالکریم ہے۔ہمارے گاؤں سے محاذ قریب تھا۔ ہم دن کو پہاڑوں میں چھپ کر ہوائی حملے اور توپوں کے گولوں کا نظارہ دیکھا کرتے تھے۔کبھی کبھی ہمارے مجاہد اسلحہ سمیت گھر آ جایا کرتے تھے۔چنانچہ ایک دن عبدالکریم صاحب بھی گھر آئے ہوئے تھے۔خاکسار اس وقت بچہ تھا۔گیارہ بارہ سال کی عمر تھی۔میں وہاں سے گزر کر اپنے موسم گرما والے گھر جا رہا تھا۔ان کو بچوں کے ساتھ دیکھا تو ان کے پاس چلا گیا۔ان کی 303 بندوق پڑی ہوئی تھی۔میں نے اُٹھا کر لبلبی دبائی تو دھڑام سے گولی چلی۔میرے اوسان خطا ہو گئے۔سامنے ان کے دو تین بچے کھیل رہے تھے۔گولی ان کے درمیان سے ہو کر گزر گئی۔یہ نظارہ میرے سامنے ہے کہ بچے سہمے ہوئے کھڑے تھے۔اس پر محترم عبدالکریم صاحب نے مجھے سخت سست کہتے ہوئے رائفل مجھ سے لے کر جلدی سے مستعملہ راؤنڈ نکال کر بندوق کی نالی دیوار کی طرف کر کے لبلبی دبائی تو

دوسری گولی چل گئی۔ میں بالکل ساتھ کھڑا تھا۔غصہ میں انہوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ میگزین میں ابھی راؤنڈ ہیں۔حسنِ اتفاق سے گولی پتھروں کی دیوار میں کسی دراڑ سے ہوکر دیوار کے اندر چلی گئی۔اگر پتھر پرلگتی تو غالب امکان تھا کہ وہ ٹکرا کر واپس مجھے نقصان پہنچاتی۔یہ واقعہ جب بھی مجھے یاد آتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔یہ واقعہ والدصاحب کی وفات کے بعد کا ہے۔

(2)

جنگِ آزادی کشمیر کی وجہ سے ہمیں اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا۔دشمن نے رات کے وقت حملہ کیا۔آدھی رات کے وقت فائرنگ شروع ہوگئی۔توپوں کی گولیوں کی گھن گرج اور روشنی سے سارا علاقہ خوف وہراس کا شکار تھا۔فصل پکے ہوئے تھے۔لیکن لوگوں کو اپنی عزت اور جان کا خطرہ تھا۔صبح ہونے سے پہلے ہی لوگ اپنا گھر بار، مال مویشی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔میری والدہ مرحومہ نے بھی اپنے جانوروں کو کھولا اور جو معمولی چیزیں وہ اُٹھا سکتی تھیں اُٹھا کر نکل پڑیں۔میری چھوٹی بہن حمیدہ کو بھی اُٹھانا تھا۔میرا چھوٹا بھائی مشتاق احمد بیمار تھا اس کو بھی کبھی اُٹھانا پڑتا تھا۔صبح ہوتے ہی ہندوستان کے ہوائی جہاز آگئے اور بمباری شروع کردی۔ایک دن کے سفر کے بعد میں بیمار ہوگیا۔نفسانفسی کا عالم تھا۔کوئی بھی کسی کا پُرسان حال نہ تھا۔بخار اتنا شدید کہ میں چلنے کے قابل نہ رہا۔ اتفاق سے ایک بھینس ہمارے ساتھ آرہی تھی۔میری والدہ نے مجھے اس پر بٹھا کر سفر جاری رکھا۔لیکن میں نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔سفر پہاڑی تھا۔میں ایک دن ہچکولے سے بھینس سے گر گیا۔مجھے اتنا یاد ہے کہ میرا ہاتھ زخمی ہو گیا۔خون نکل رہا تھا اور میری والدہ اشکبار آنکھوں سے مجھے گود میں لئے ہوئے تھیں۔اس کے علاوہ مجھے کچھ یادنہیں۔میری والدہ کی حالت بہت قابل رحم تھی۔ میری اس حالت کو دیکھ کر میرے تایا جان دوست محمد صاحب نے اپنا سفری سامان پھینک کر مجھے اُٹھالیا۔مجھے خونی اسہال کی تکلیف ہوگئی۔سفر جاری تھا۔

میر پور آزاد کشمیر ایمونیوشن ڈپو سے ہوتے ہوئے ہم رفیوجی کیمپ مانسہرہ اٹک پہنچے۔لیکن مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔کئی ہفتوں سے بے ہوش تھا۔ عزیز واقارب میری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے لمبی بیماری کے بعد شفا دی۔رفیوجی کیمپ مانسہرہ میں ہمارے ایک احمدی بزرگ ڈاکٹر احمد دین صاحب تھے۔میں ان کے زیرِ علاج رہا۔وہ میری والدہ مرحومہ کی بے چینی اور دردبھری داستان سے متاثر ہوکر دعائیں بھی کرتے اور علاج بھی۔ ہوش میں آنے پر میرے لئے پھل بھی منگواتے رہے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔جس دن میں ہسپتال سے فارغ ہوکر کسی کے ساتھ اپنی رہائش گاہ کی طرف آرہا تھا۔کیونکہ مجھے اپنی رہائش گاہ کا علم نہ تھا تو راستہ میں لوگ دو بیماروں کو چارپائیوں پر اُٹھائے آرہے تھے۔قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ میرا چھوٹا بھائی اور والدہ ہیں۔بھائی اسی رات فوت ہوگیا اور صبح والدہ بحالتِ بیماری اپنے ننھے بیٹے کا جنازہ لے کر آگئیں۔لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے زندگی دی اور اس لمبی اور مہلک بیماری کے بداثرات سے بچایا۔ الحمدلله الذی عا فانی ۔

(3)

والدصاحب جوانی کے عالم میں فوت ہوگئے۔وفات سے پہلے کئی دن بیہوش رہے۔مگر وفات سے کچھ پہلے ہوش میں آگئے اور میری والدہ کو بلاکر اپنی دیرینہ خواہش وصیت کے طور پر ان کو بتائی اور وہ یہ کہ بشیر احمد کو پڑھانا ہے خواہ اس کے لئے مال گائے بھینس جو بھی فروخت کرنا پڑے۔والدہ صاحبہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آج آپ ٹھیک ہیں۔انشاء اللہ ایسا کریں گے۔لیکن آپ نے کہا یہ میری وصیت ہے اور تھوڑی دیر کے بعد ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوگئے۔ انا لـلّـه وانا اليه راجعون ۔دوسرے سال ہمیں وطن چھوڑنا پڑا۔وہ سب چیزیں جو بیچ بٹا کر پڑھانا تھا چھوٹ گئیں اور ہم خالی ہاتھ پاکستان آگئے۔ اس سفر کے دوران جو ہم پر گزری اس کا مختصر ذکر کیا ہے۔جب میں بیماری سے اُٹھا تو والدہ صاحبہ نے مجھے کہا کہ اب آپ کے والدصاحب کی وصیت کا معاملہ ہے۔آپ حضور انور (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کو لکھیں کہ مجھے جامعہ میں داخلہ دیا جائے۔اس وقت مڈل پاس کو داخلہ ملتا تھا اور وہ سال مڈل پاس والوں کے لئے آخری موقع تھا۔میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت اقدس میں لکھا۔نظارتِ تعلیم کی طرف سے مدرسہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے مجھے بلایا گیا۔چنانچہ مئی 1949 میں خاکسار مولوی غلام احمد نسیم صاحب کے ساتھ احمد نگر گیا اور مدرسہ احمدیہ میں داخل کرلیا گیا۔الحمد لله الذی هدانی لهذا۔

ستمبر 1949ء میں دریائے چناب میں سیلاب آیا۔احمد نگر بھی سیلاب

کا پانی پہنچا۔گاؤں سے میں دوسرے طلباء کے ساتھ تیر کر سڑک پر آ گیا۔ جب واپس جا رہا تھا تو تھک گیا اور ڈوبنے لگا۔غوطے کھا رہا تھا۔شور پڑ گیا کہ وہ ڈوبا، وہ ڈوبا۔گاؤں کی طرف سے تیراک طلباء نے پانی میں چھلانگیں لگائیں اور مجھ تک پہنچے۔ میں نے اس وقت تک الٹا تیرنا شروع کر دیا تھا اور سنبھل بھی گیا تھا۔ دوسرے طلباء میرے ساتھ تیرتے ہوئے اور میرا حوصلہ بلند کرتے ہوئے مجھے کنارے تک لے گئے۔لیکن میرا پیٹ پھول گیا تھا۔ میرے پیارے اور مہربان استاد چوہدری غلام حیدر صاحب ہمارے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی تھے۔ وہ بہت ناراض ہوئے کہ اگر تم اچھے تیراک نہ تھے تو اتنی دور کیوں گئے تھے۔ بہرحال اس غرقابی سے بھی اللہ تعالیٰ نے بچایا۔ الحمد للہ۔

(4)

یہ واقعہ بھی احمد نگر کا ہے۔ سردی کے دن تھے۔ ظہر کی نماز کے لئے جامعہ میں وقفہ ہوا۔ میں وضو کر کے دوڑتا ہوا مسجد احمد یہ احمد نگر میں اذان دینے کے لئے آیا۔ مسجد کی چھت پر اذان ہوا کرتی تھی۔ میں بھی تیزی سے اوپر چڑھا۔ سانس پھولی ہوئی تھی۔ اسی حالت میں اذان دینی شروع کر دی۔ ابھی اللّٰہ اکبر، اللہ اکبر دو دفعہ ہی کہا تھا کہ بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا۔

گرنے کی آواز سن کر مسجد سے کچھ دوست اُوپر آ گئے۔ آواز کے بند ہو جانے سے گاؤں کے لوگوں نے بھی میرے گرنے کو دیکھا کیونکہ وہ دھوپ میں اپنی چھتوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ الحمدللّٰہ کہ میں جلدی ہوش میں آ گیا۔ میڈیکل چیک اَپ کرایا گیا خدا کے فضل سے کوئی بیماری یا نقص ظاہر نہ ہوا۔

(5)

گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کا واقعہ ہے، ایک دن مرزا غلام مصطفیٰ صاحب مرحوم کے ساتھ سارا دن ان کے زیرِ تبلیغ دوستوں سے ملاقات کے لئے گاؤں گاؤں پھرتے رہے۔ مئی جون کے دن تھے۔ کئی جگہ سے سوڈا واٹر اور گندا پانی پینے کی وجہ سے ہیضہ کی شکایت ہوگئی۔ آدھی رات کے بعد تکلیف شروع ہوئی۔ میری اہلیہ محترمہ مجھے سنبھالتی رہیں۔ کچھ قہوہ بھی بنا کر دیا۔ حالت نازک ہوگئی۔ نماز کے لئے دوست آئے۔ میری حالت دیکھ کر گھبرائے۔ مجھے اٹھا کر فوراً ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کو گھر سے بلایا گیا۔ بہت اچھے ڈاکٹر تھے، میاں بیوی ڈاکٹر تھے۔ ہمارے ساتھ اچھے تعلقات تھے۔ اطلاع ملتے ہی ہسپتال آ گئے۔ اس دن جمعہ تھا۔ ربوہ بھی اطلاع کر دی گئی۔ مسجد مبارک میں بھی دعا کا اعلان ہوا۔ کئی دوستوں نے فون پر خیریت دریافت کی اور کچھ میری تیمارداری کے لئے گوجرہ بھی گئے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ ایک دن رات ہسپتال رہنے کے بعد واپس گھر آ گیا۔ یہ واقعہ بھی دوبارہ زندگی دینے والی بات ہے۔ الحمد للہ الحی القیوم۔

(6)

گرمولہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ میں اپنے ایک ماموں زاد کی شادی میں مع اہل وعیال شمولیت کے لئے گیا۔ جس روز واپسی تھی اس رات کو بہت بارش ہوئی۔ تیز آندھی اور ہوا سے بہت سے درخت ٹوٹ گئے، جڑوں سے اکھڑ گئے۔ رشتہ داروں کا اصرار تھا کہ آج نہ جائیں۔ مجھے چھٹی نہ تھی، سرگودھا ضلع میں نیا نیا تبادلہ ہوا تھا اس لئے جلد واپس آنا چاہتا تھا۔ ٹانگہ کا انتظام کیا گیا۔ راستے میں ایک بڑا کیکر کا درخت گرا ہوا تھا۔ گاؤں والوں نے اس کی شاخیں کاٹی ہوئی تھیں مگر بعض بڑی بڑی ٹہنیاں لوہے کی سلاخوں کی طرح کھڑی تھیں۔ جب ٹانگہ تیزی سے اس کو پاس کرنے لگا تو اس کا پہیہ ایک شاخ میں الجھ گیا اور ٹانگہ اچھل کر الٹ گیا۔ گھوڑا گر پڑا۔ میرے سارے بچے سوائے نصیر احمد قمر کے کیونکہ وہ ہمارے ساتھ نہ تھا، پچھلی سیٹ سے اچھل کر اس طرح گرے جس طرح بھٹی سے دانے اچھلتے ہیں۔ خاکسار مع بیوی اور دو چھوٹے بچوں (غالباً مظفر اور امۃ الحی) کے آگے بیٹھے تھے۔ ہم آگے کی طرف گرے۔ خدا کا فضل ہوا کہ کوئی بچہ ان نوکدار شاخوں پر نہ گرا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ فرشتوں نے پکڑ کر صاف جگہ پر گرایا ہے۔ ورنہ یہ بہت خطرناک حادثہ ہوتا۔ صرف میری اہلیہ مرحومہ کے ہاتھ اور کہنی پر معمولی زخم آئے جو جلد ٹھیک ہو گئے۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظاً وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

(7)

سرگودھا کا ہی واقعہ ہے کہ میری رہائش سیٹلائٹ ٹاؤن اے بلاک میں تھی۔ ایک دن میں بازار سے سائیکل پر واپس آ رہا تھا کہ پیچھے سے ایک تیز رفتار کار نے ایک موڑ اس طرح کاٹا کہ میری سائیکل کے پیڈل کو ہلکا سا دھکا دے کر گزر گئی۔ میں سڑک پر گر گیا۔ سائیکل دوسری طرف جا گری لیکن اس

لاپرواہ ڈرائیور نے اس کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی اور نہ ہی دوسرے راہگیروں نے۔ مجھے معمولی سی چوٹیں آئیں جو میرے کام میں تو حارج نہ ہوئیں البتہ مجھے دو تین دن تک گرم پانی کی ٹکوریں کرنا پڑیں۔ اگر اس وقت کوئی اور ایسی ہی کار آجاتی جب میں سڑک پر گرا ہوا تھا پھر جو انجام ہوتا آپ خود تصور کر سکتے ہیں۔

(8)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلی دفعہ 1975ء میں مغربی افریقہ کے ملک غانا جانے کا موقع بخشا۔ اس ملک میں تین دفعہ بھیجا گیا۔ پہلی دفعہ ٹچیمان برآنگ آہافو ریجن میں رہا۔ وہاں کا بھی ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ ایک دن ہم دعوت الی اللہ کے لئے چلے گئے۔ سارا دن گاؤں میں گھر گھر پھرتے رہے۔ سکولوں اور اساتذہ اور بچوں سے ملاقات کی اور اسلامی عقائد کو بیان کیا، اسلام کا تعارف کرایا۔ دھوپ تیز تھی۔ مجھے سن سٹروک کی تکلیف ہوگئی اور انتہائی ضعف۔ نصرت جہاں احمد یہ ہسپتال مرکز سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ صبح کے وقت ڈاکٹر صاحب کو دیکھنے کے لئے گیا۔ انہوں نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی۔ میں واپس آگیا۔ لیکن حالت نازک ہوتی گئی۔ اب میرا چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ بار بار ڈاکٹر صاحب کو پیغام بھیجا مگر وہ وقت نہ نکال سکے اور میری درخواست کو مذاق سمجھا۔ مجھے تشنج شروع ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں سکڑنے شروع ہو گئے۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا۔ میں سر دھوتا، آنکھوں میں پانی ڈالتا۔ عجیب حالت تھی۔ میں نے بمشکل مشن کے حسابات کے متعلق کچھ ہدایات تحریر کر کے سرہانے رکھ لیں اور بظاہر آخری وقت کے لئے تیار ہو گیا۔ چند مقامی احمدی میرے پاس تھے اور حیران کہ ڈاکٹر کیوں نہیں آیا۔ مغرب کے وقت ڈاکٹر صاحب مع بیگم صاحبہ کے جو خود بھی ڈاکٹر تھیں تشریف لائے۔ میں تو بات نہ کر سکا اگرچہ میں ہوش میں تھا۔ وہ دیکھتے ہی پریشان ہو گئے اور چند منٹ کے لئے چلے گئے۔ ہسپتال سے ڈرپ، انجکشن، ضروری ادویہ اور ایک ڈسپنسر لے کر آگئے۔ اب ڈرپ نہیں لگ رہی تھی۔ کئی دفعہ اور کئی جگہ سوئی لگانے کی کوشش کی آخر کامیابی ہوئی۔ رات دس بجے تک دونوں میاں بیوی ازراہ شفقت میرے پاس بیٹھے رہے، جزاھما اللہ۔

پھر اپنے ایک احمدی کمپاؤڈر ابو بکر نو مسلم کو کچھ ہدایات دے کر چلے گئے اور کہتے گئے کہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو فوراً اطلاع دینا۔ دوائی اور ڈرپ کے بعد دو اڑھائی گھنٹے کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے اپنی بیوی (امۃ الحفیظ) کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے سبز رنگ کا سوٹ پہنا ہوا ہے اور وہ بہت خوبصورت اور خوش لگتی ہیں۔ اس خواب کے ساتھ مجھے یقین ہو گیا کہ اس بیماری میں میری وفات نہیں ہوگی۔ جب میں نے ان کو اپنی بیماری اور صحت کی اطلاع دی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ اس دن جس دن آپ پر بیماری کا حملہ ہوا تھا میں یہاں غیر شعوری طور پر اداس اور بے چین تھی۔ دل تڑپ رہا تھا اور رونے کو دل کرتا تھا۔ چیخیں مار مار کر رونا چاہتی تھی۔ چنانچہ وہ کہتی ہیں کہ میں نے بزرگوں کے پاس جا کر اس بیتابی کی حالت میں دعا کی تحریک کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے جہاں ان کو میرے لئے دعائیں کرنے اور کروانے کی تحریک کی وہاں ان کے میرے ساتھ دلی لگاؤ اور محبت کا اظہار کیا۔ فجزاھا اللہ تعالیٰ۔

(9)

دوسری دفعہ 1978ء میں مجھے دوبارہ غانا بھجوایا گیا۔ اور میرا حلقہ ٹمالے شمالی ریجن مقرر کیا گیا۔ یہ علاقہ نسبتاً گرم ہے۔ اس ریجن میں مسلمانوں کی آبادی بھی زیادہ ہے۔ اس دفعہ مجھے ملیریا کا سخت حملہ ہوا۔ ان دنوں فوجی انقلاب کی وجہ سے رات نو بجے سے صبح پانچ بجے تک کرفیو ہوتا تھا۔ ایک رات مجھے نیند نہیں آرہی تھی اور پسینہ بہت آتا تھا۔ میرے کپڑے پسینہ سے تر تھے۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ اس دن مجھے موت کا خیال آرہا تھا۔ جب کرفیو کا وقت ختم ہوا تو میں نے مقامی معلم کو جو میرے پاس تھا آواز دے کر کہا کہ ڈاکٹر لال صاحب کو فون کر کے میری حالت ان کو بتاؤ۔ وہاں ایک ہندو ڈاکٹر لال ہسپتال میں ہوتے تھے۔ بہت اچھے اور ہمدرد انسان تھے۔ ان کی بیگم نے سن کر کہا کہ ڈاکٹر صاحب سوئے ہوئے ہیں جب آٹھ بجے ہسپتال جائیں گے تو وہ آپ کو دیکھتے جائیں گے۔ میں ان کو پیغام دے دوں گی۔ فون بند ہو گیا لیکن دس پندرہ منٹ کے بعد ڈاکٹر صاحب دوائیں اٹھائے ہوئے بلڈ پریشر دیکھنے کا آلہ لئے ہوئے نائٹ ڈریس ہی میں مشن ہاؤس آگئے اور آتے ہی مجھ سے سوال کیا کہ سینہ میں کوئی درد تو نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے بلڈ پریشر چیک کیا۔ تھرمامیٹر سے بخار وغیرہ دیکھنے کے بعد مجھے تسلی دی۔ اسی وقت ایک احمدی میل نرس کو بلا کر جس کا مکان مشن ہاؤس کے قریب ہی تھا اور وہ ہسپتال میں ملازم تھا نسخہ دیا کہ فوراً

ہسپتال سے یہ دوائیں لے آؤ۔ پھر مجھے بتایا کہ جب آپ نے فون کیا اگرچہ میں لیٹا ہوا تھا لیکن جاگتا تھا۔ جب میں نے اپنی بیگم سے پوچھا کہ کون تھا تو اس نے آپ کا نام لے کر حالت بیان کی تو پھر میرے لئے آٹھ بجے تک انتظار کرنا مشکل تھا اس لئے میں فوراً اسی لباس میں آ گیا۔ جزا ھم اللہ۔ انہوں نے کہا کہ یہ ملیریا بخار کی وجہ سے ہوا ہے۔ الحمد للہ شافی مطلق نے مجھے اس مرض سے شفا دی۔

(10)

تیسری دفعہ مجھے پھر 1984ء میں غانا بھجوایا گیا۔ اب کے میری تقرری اپر ریجن (U.R) میں ہوئی جس کا ریجنل ہیڈ کوارٹر وا (WA) تھا۔ وا قصبے کی اکثر آبادی مسلمانوں کی ہے۔ عیسائیوں نے 1928/29ء میں جب کہیں وہاں اپنا مشن قائم کرنا چاہا تو مسلمانوں نے سخت مخالفت کی اور ان کو آبادی میں جگہ نہ دی۔ انہوں نے قصبہ سے ہٹ کر وسیع جگہ حاصل کر لی اور قصبہ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اب وہاں ان کے مختلف فرقوں کے بڑے بڑے گرجے، طبی اور تعلیمی ادارے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ 1933/34ء کے قریب وہاں قائم ہوئی۔ اس علاقے کے ایک بااثر دوست الحاج امام صالح احمدی ہوئے۔ سخت مخالفت ہوئی، لڑائی جھگڑے ہوتے رہے اور احباب نے قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا لیکن صداقت پر قائم رہے۔ آہستہ آہستہ جماعت نے مقامی طور پر ترقی کی۔ غانا میں مقامی اور ایک ہی قبیلہ کی یہ بہت بڑی جماعت ہے۔ اس وقت وہاں ہمارے کئی تعلیمی ادارے ہیں۔ کے جی، پرائمری، مڈل، جونیئر اور سیکنڈری سکول کے علاوہ ایک ٹیچرز ٹریننگ کالج بھی ہے۔ الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ۔

مجھے یہاں بھی ایک حادثہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک دن ہم وا سے 60/70 کلومیٹر دور دورہ پر گئے۔ رات کے دس بجے وہاں سے واپسی ہوئی۔ میرے ساتھ مسٹر یحیٰ ڈرائیور تھے اور عبداللہ بن صالح ترجمان تھے۔ ایک سنسان جنگل سے گزر رہے تھے کہ سامنے ایک موڑ آ گیا۔ ڈرائیور اندازا نہ کر سکا۔ کار سیدھی جھاڑی میں چلی گئی اور ریت میں پھنس گئی۔ آس پاس بڑی بڑی اونچی خشک گھاس کھڑی تھی۔ جب میں پچھلی سیٹ سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کار کے نیچے گھاس میں آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ ادھر ٹینکی پٹرول سے بھری ہوئی۔ میں نے ڈرائیور اور ترجمان کو اس خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے بدحواسی میں ہاتھوں سے آگ بجھانا شروع کی۔ وہ بھی باہر آ گئے۔ درختوں کی سبز شاخوں سے، دعائیں کرتے ہوئے چند لمحوں میں آگ پر قابو پا لیا۔ جب دوبارہ انجن سٹارٹ کیا تو پھر آگ لگ گئی۔ پھر بجھا کر آخر فیصلہ کیا گیا کہ کار کو سپارک کرنے کی بجائے دھکا دے کر نکالا جائے اور یہ کہ یہاں سے تین چار میل دور ایک گاؤں ہے۔ ایک دوست وہاں جائے وہاں کچھ احمدی بھی ہیں ان کو لایا جائے اور دھکا سے کار کو نکالا جائے۔ دو تین آدمیوں کا یہاں کام نہیں۔ عبداللہ بن صالح فوراً چلے گئے۔ چاندنی رات تھی۔ جنگل کی خاموشی میں جنگلی پرندوں اور جانوروں کی عجیب آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک ٹرک کے آنے کی آواز آئی۔ ڈرائیور نے مجھے کہا کہ آپ سڑک پر آ جائیں شاید آپ کو دیکھ کر ٹرک رک جائے اور وہ ہماری مدد کر سکیں ورنہ اس جنگل میں چوروں کے ڈر سے وہ نہیں رکے گا۔ میں سر پر پگڑی رکھ کر سڑک پر آ گیا۔ ٹرک ڈرائیور نے کوئی سو گز آگے جا کر بریک لگائی۔ وہ ہمارے ڈرائیور کا واقف نکلا۔ ٹرک میں کافی مسافر تھے۔ وہ دھکا دے کر کار نکال کر سڑک پر لے آئے اور ہمیں مبارکباد دی کہ آپ کی کار کے بڑے درخت سے ٹکرانے میں صرف چار پانچ انچ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ کیونکہ کئی دفعہ ایسے حادثے ہوئے ہیں کہ کاروں کی ٹینکی کو آگ نے پکڑ لیا اور اکثر دفعہ سواریاں بھی جل گئیں اور آگ نے ان کو نکلنے کا موقعہ بھی نہ دیا اور ان کی راکھ ہو جانے پر لوگوں کو حادثے کا علم ہوا۔ بہرحال کچھ دیر کے بعد مسٹر عبداللہ اور تین چار احمدی سائیکلوں پر ہمارے لئے چائے اور پانی لے کر پہنچ گئے۔ اس حادثے کا کئی دن تک طبیعت پر اثر رہا۔ لیکن ایک دوسری سوچ سے بہت محظوظ ہوا۔ وہ یہ کہ خدا نے اپنے مسیح موعودؑ سے کئے گئے وعدوں کو کس شان سے پورا کیا کہ 'میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'۔ اس جنگل میں بھی اس مسیح پاک کے ماننے والے ہیں۔ اور یہ وعدہ بھی پورا ہوا کہ 'آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے'۔ الحمدللہ خدا تعالیٰ نے اس آگ سے ہمیں بچایا۔ الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ۔ اس واقعہ کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو بھی تفصیلاً دی گئی۔ حضور انور نے بھی دعاؤں کے ساتھ مبارکباد دی۔ جزا ھم اللہ احسن الجزاء۔

(11)

1993ء کی بات ہے۔ مجھے مرکز کی طرف سے کوٹلی آزاد کشمیر ایک جلسہ میں شمولیت کے لئے مرکزی نمائندے کے طور پر بھجوایا گیا۔ بمقام چرناڑی جلسہ تھا۔ جلسہ کے بعد ایک احمدی کی جیپ پر ہم تتہ پانی کے لئے روانہ ہوئے کہ وہاں پہنچ کر ہم حضور انور کا خطبہ سنیں گے۔ جیپ بڑے مشکل راستہ سے تو نکل آئی لیکن گوئی کے نالہ کو عبور کر کے جیپ چڑھائی چڑھ رہی تھی تو اس کی بریک نے کام کرنا چھوڑ دیا اور وہ پیچھے کی طرف لڑھکنا شروع ہو گئی۔ دائیں طرف پہاڑ تھا اور بائیں طرف خطرناک گہرا کھڈ۔ کچھ دوستوں نے چھلانگیں لگائیں۔ بعض کو چوٹیں بھی آئیں۔ خاکسار فرنٹ سیٹ پر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب امیر ضلع کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ڈرائیور نے عقلمندی اور ہوش وحواس کو قائم رکھتے ہوئے جیپ کو دائیں طرف پہاڑ کے ساتھ ٹکرا دیا اور وہ ٹکر لگتے ہی سڑک پر گر گئی۔ کئی دوستوں کو چوٹیں آئیں۔ ڈاکٹر صاحب تو جلدی نکل گئے۔ میں بری طرح پھنسا ہوا تھا۔ سنبھلتے سنبھلتے ڈیزل میرے کپڑوں پر گر گیا۔ بمشکل باہر نکلا۔ الحمدللہ کہ کوئی زخم نہ آیا۔ البتہ چند دوستوں کو معمولی زخم آئے۔ سب خیریت سے تھے۔ خاکسار کا طریق ہے کہ سفر میں خواہ اسی دن واپسی ہو، کپڑوں کا ایک زائد سوٹ رکھ لیتا ہے۔ چنانچہ میں نے کپڑے تبدیل کئے۔ اس حادثے کی خبر کوٹلی پہنچ گئی تھی۔ کوٹلی کے احباب پریشان انتظار کر رہے تھے۔ ہم دیر سے کوٹلی پہنچے۔ وہاں عزیزم عبدالسلام کے ہاں رات گزاری۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس علاقہ کے چپہ چپہ سے واقف تھے۔ جب آپ کو اس حادثے کا علم ہوا تو حضور نے خاکسار کو از راہِ شفقت خط لکھا۔

(12)

1995 کی عید الفطر کی نماز کے لئے خاکسار اپنے مکان واقعہ دارالنصر غربی ربوہ سے سائیکل پر روانہ ہوا۔ میری درمیانی بہو عزیزہ امتہ الوحید اہلیہ حافظ ناصر احمد صاحب میرے ساتھ تھیں۔ چھوٹی بہو عزیزہ عطیہ اپنے شوہر مظفر احمد قمر صاحب کے ساتھ اپنی امی کے پاس عید منانے کے لئے راولپنڈی گئی ہوئی تھیں۔ ہم عید کی نماز سے 15/20 منٹ پہلے گھر سے نکلے۔ جب سڑک پر آئے تو وہاں بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ کچھ بچے، بوڑھے، جوان، ٹرکوں پر سوار ہو رہے تھے۔ ٹرک بھی احمدی احباب کے تھے۔ ایک ٹرک کے پاس سے جو ہم گزرے تو ٹرک نے چلنا شروع کر دیا۔ اس کی ایک زنجیر لٹک رہی تھی۔ جس کے آگے ہک (کنڈی) سی بنی ہوئی تھی۔ وہ جھومتی ہوئی ہماری سائیکل کے اگلے پہیّے میں پھنس گئی۔ ٹرک کچھ تیز ہو گیا۔ جھٹکے سے امتہ الوحید پیچھے سے گر گئی۔ چند گز چلنے کے بعد سائیکل میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ نہ جانے کس طرح میں سیدھا پاؤں کے بل زمین پر گرا۔ سائیکل ایک فرلانگ تک گھسٹتی ہوئی آگے چلی گئی۔ لوگوں نے شور ڈالا تب جا کر ٹرک رکا۔ مجھے کئی دن تک پنڈلیوں اور رانوں میں درد رہا۔ زخم تو کوئی نہ آیا۔ لیکن دباؤ کی وجہ سے رانوں اور پنڈلیوں میں درد رہا۔ میں کئی دن تک نماز کے لئے مسجد نہ جا سکا۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے تمہیں سائیکل سے اتار کر نیچے کھڑا کر دیا۔ اور اگر سائیکل نہ چھوٹتی تو خطرہ تھا کہ میں جھٹکے سے ٹرک کے نیچے آ جاتا یا اس کے ساتھ سر ٹکرانے سے کسی شدید صدمے کا شکار ہو جاتا۔ خوشی کے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مجھے، میرے خاندان، دوستوں اور خیر خواہوں کو کسی افسوسناک حادثے سے محفوظ رکھا۔ الحمد لله۔ فالله خير حافظا و هو ارحم الراحمين۔

☆......☆......☆

سلامت بر تو اے مردِ سلامت

حضرت اقدس اپنی کتاب ''نزول المسیح'' میں بیان فرماتے ہیں:

''جب میری پیشگوئی کے مطابق لیکھرام کے قتل ہو جانے پر آریوں میں میری نسبت بہت شور مچا اور میرے قتل یا گرفتار ہو جانے کے لئے سازشیں کیں۔ چنانچہ بعض اخبار والوں نے ان باتوں کو اپنی اخباروں میں بھی درج کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا:

سلامت بر تو اے مردِ سلامت

چنانچہ یہ الہام بذریعہ اشتہار شائع کیا گیا اور اس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مجھے مخالفین کے مکروفریب اور منصوبوں سے محفوظ رکھا۔''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد18 صفحہ 571)

ہم کون ہیں؟

پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان۔فلاڈلفیا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی قدسی رضی اللہ عنہ ایک جید عالم باعمل، صوفی، صاحبِ رویاء وکشوف، اعلیٰ پایہ کے مناظر اور مشہور مبلغِ سلسلہ عالیہ احمدیہ تھے۔آپ نے حضرت مصلح الموعودؓ کی رہنمائی میں ہندوستان بھر میں زبردست تبلیغی مہمات سر کیں جن کا کچھ تذکرہ آپ نے اپنی کتاب 'حیاتِ قدسی' میں تحریر فرمایا ہے۔

مولانا مرحوم کی درج ذیل فارسی نظم ''ہم کون ہیں'' 1937 میں روزنامہ الفضل میں چھپی تھی۔چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو یہ نظم بہت پسند تھی اور آپ کو زبانی یاد تھی۔اس نظم کے لکھنے کے موقعے کے بارے میں حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''جب مخالفین نے بار بار چیلنج دیا اور احمدیت کی تخفیف اور تذلیل کی کوشش کی تو میں نے احمدیت کی شان کے اظہار کے لئے یہ نظم کہی۔''

(حیاتِ قدسی حصہ پنجم صفحہ 49 مطبوعہ حکیم محمد عبداللطیف شاہد،لاہور)

یہ نظم گہرے تصوف اور فلسفیانہ مضامین کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔اور آپ نے نہایت مؤثر الفاظ میں ہر احمدی کے دل کی آواز کو مخالفوں تک پہنچایا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔میری اخذ کردہ معلومات کے مطابق اس لطیف مطالب سے پُر فلسفیانہ نظم کا ابھی تک اُردو میں ترجمہ نہیں ہوا۔اگر محترم ملک صفی اللہ صاحب (انٹاریو،کینیڈا)،محترمہ پروفیسر رشیدہ تسنیم صاحبہ (فلاڈلفیا) اور محترم پروفیسر میاں لطف الرحمٰن محمود صاحب (ٹیکساس) کا علمی اور قلمی تعاون حاصل نہ ہوتا تو مجھ بے مایہ عاجز کی یہ بساط کہاں تھی کہ اس بلند پایہ نظم کا تشریحی مفہوم اُردو میں پیش کرسکتا۔جس کے لئے میں ان اصحاب کا ازحد شکر گزار ہوں۔

فارسی نظم مع اردو ترجمہ

1. ما نفخۂ صُوریم بصد شورشِ محشر
ما جلوۂ طُوریم بصد منظرِ مُوسیٰ

2. ما نقدِ اثر از دمِ اعجازِ مسیحیم
ما محیِ اصحابِ قبوریم چو عیسیٰ

ہماری تبلیغِ حق نے دنیا میں ایک حشر برپا کر دیا ہے۔ہم میں خدا تعالیٰ کا جلوہ اُسی طرح نظر آتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو طُور پر نظر آیا تھا۔

ہمیں (مسیحِ دوراں پر ایمان لانے کے باعث) مُردے زندہ کرنے کا اعجاز عطا کیا گیا ہے۔ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح صدیوں پرانے روحانی مُردوں کو (جو غلط عقائد اور بے عملی کی قبروں میں پڑے ہوئے تھے) زندہ کر دیا ہے۔

3. ما از پئے احیاءِ جہان جان نثاریم
ما جانِ جہانیم و فدائیم بہ احیاء
4. ما از پئے ایں دورِ جدیدیم اساسے
ما دستِ قضائیم بہ تعمیرِ بنا ہا

ہم دنیا کوزندگی دینے کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ ہمارے پاس دنیا کے لئے زندگی بخش پیغام ہے جسے پھیلانے کے لئے ہم نے سردھڑ کی بازی لگادی ہے۔
ہمارے ہاتھوں سے دورِ جدید کی بنیاد خدا تعالیٰ کی مشیت سے رکھی جارہی ہے۔ ہمیں سچائی پھیلانے کے لئے قدرت نے اس زمانے میں چنا ہے۔

5. آں رسمِ قتیلانِ محبّت کہ کہن گشت
ماتازہ کنیم از سرِ نو دارو رسن را
6. آں منزلِ خُون بار کہ شُد مقتلِ عشّاق
از مقصدِ ما ہست بصد جوشِ تمنّا

گو دُنیا محبت الٰہی سے سرشار ہوکر جان قربان کرنے والوں کی روایات کو بھول گئی ہے، مگر ہم نے قرونِ اُولیٰ کی ان روایات کو از سرِ نو تازہ کردیا ہے۔
حق وصداقت کے عاشق جہاں اپنی جانیں نثار کرتے رہے ہیں، اُسی قربان گاہ تک رسائی تو ہماری زندگی کا نصب العین ہے۔

7. از بہرِ رُخِ غازہ ز خُونابہء عشق است
زانست کہ سر بر دمِ تیغ است قلم را
8. ہر جا کہ بعزمیم کفن بستہ بدوشیم
خوش مسلکِ خُونیں است پئے عاشقِ شیدا

عاشقوں کی شاندار قربانیوں سے ہی تو معشوق کی شان ظاہر ہوتی ہے، اسی لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے ہر وقت تلوار کی دھار کے منتظر رہتے ہیں۔
ہم اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے ہر وقت کفن بر دوش رہتے ہیں، کیونکہ سچے عاشقوں کا مذہب ہی ہر وقت قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔

9. مرگ است بہ احیائے کسے فدیہء عشّاق

ایں موت حیاتِ است دریں رسمِ تولّا

10. آں راز کہ مے بود نہاں دوش بہ عارف

امروز عیاں گشت بھر محفلِ اعداء

قدیم سے محبت کرنے والے اپنے محبوب کی رضا اور قُرب جوئی کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے چلے آئے ہیں
اور یوں انہوں نے اپنی موت سے ابدی حیات پائی ہے ۔
کل تک (یعنی زمانہ مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے) لقاءِ الٰہی ایک راز تھا جو کچھ ہی راز دانوں کو معلوم تھا۔
مگر آج یہ راز ہر دوست و دشمن پر (مسیحِ موعودؑ کی تبلیغ اور اتمامِ حُجت کی برکت سے) عیاں ہو چکا ہے۔

11. ما کافرِ نو ایم و بحق مسلمِ نَو ایم

ما از پئے ھر باطل و حقّیم تماشا

12. ما سرِّ نھا نیم بصد پردہِ ظلمات

ما نُورِ عیانیم زِ ھر منظرِ اسنٰے

ہمیں کافر اور مرتد قرار دیا جاتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم تو اب مسلمان ہوئے ہیں، ہماری سچائی ہر دوست اور دشمن پر عیاں ہے۔
ہم تاریکی کے دبیز پردوں میں چھپے راز تھے۔لیکن اب ہمارا نور ہر طرف ظاہر و باہر ہے۔

13. در منزلِ خاکیم و کم از خاک و حقیریم

بر مسندِ افلاک بَصد دَولتِ عُلیا

14. ما ساقیِ عھدیم و ھم مست الستیم

ما جام بدستیم بھر طالبِ مَولا

ہم دنیا میں حقیر اور ذلیل خیال کئے جاتے ہیں خاک سے بھی کم تر ہیں، جبکہ ہمیں خدا تعالیٰ کے نزدیک اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے۔
ہم اس دور کے ساقی ہیں۔اور مئے الست سے سرشار ہیں۔اور ہر طالبِ حق کو پلانے کے لئے یہ جام لئے بیٹھے ہیں۔(ہم اس دور کے ساقی ہیں۔اور آیت 'اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ' الاعراف:173 ' کے جواب سے ہماری سرشت میں پروردگار کی ہستی پر ایمان کا جو مادہ داخل ہوا تھا ابھی بھی اسی قدر تازہ ہے۔آج بھی ہم ہر طالبِ حق کے لئے خدا تعالےٰ کی ہستی کی تائید کے دلائل سے لبریز جام لئے ہر وقت خدمت کے لئے تیار ہیں۔ ترجمہ: زاہدہ مبشر صاحبہ)

15. ما از پئے ہر تشنہ لبے آبِ حیا تیم
ما آبِ حیا تیم بصد نشّہِ صہباء

16. ما از پئے ہر درد دوائیم و شفائیم
ما فضلِ خُدا ئیم پئے چا رہِ مرضا

ہر پیاسے کے لئے زندگی کا جام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے زندگی بخش جام میں خدا کی محبت کی گہری مستی اور کیف ہے۔
ہمارے پاس اللہ کے فضل سے ہر دکھ اور درد کی دوا موجود ہے۔

17. ما منجئیِ ہر غرقہءِ طوُفانِ ضلالیم
ما کشتیءِ نوحیم دریں سیلِ بلاہا

18. ما صحبِ بنی احمد موعود خدائیم
ما حزبِ خدائیم پئے شوکتِ طہٰ

ہم طُوفانِ گمراہی میں ہر ڈُوبنے والے کے نجات دہندہ ہیں۔ اِس زمانے کے مصائب کے طُوفان سے بچاؤ کے لئے ہم نُوح علیہِ السلام کی کشتی ہیں۔
ہم خُدا کے احمدِ موعود علیہ السلام کے بیٹے (مصلح موعودؓ) کے ساتھ ہیں۔ ہم خدا کی جماعت ہیں اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لئے کمر بستہ ہیں۔

19. ما بانگِ صفیریم بصد جذبِ جہانگیر
تا جمع کنیم از رہے مرغانِ حرم را

20. ما کاسرِ اصنام و صلیبیم بحجّت
ما حُجّتِ حقّیم چو صد نیّرِ بیضاء

ہم خدائی پرندے ہیں ہماری دنیا بھر میں گونجتی ہوئی محبت بھری آواز پر دنیا کے کونے کونے سے ربّ کعبہ کی محبت میں سرشار پرندے جمع ہو رہے ہیں۔
ہم سورج جیسی چمکدار سچی اور قطعی دلیلوں کے ساتھ بتوں اور صلیبوں کو توڑنے والے ہیں۔

21. ما قاتلِ خنزیر و شریریم بہ ہر سُو
ما دافعِ ہر فتنہ و شرّیم زِ ہر جا

22. ما طاقتِ ہر علم و ہدائیم بہ تقدیس
ما قوّتِ تقدیس خدائیم بہ دنیا

ہم ہرطرف (دلیل وبُرہان کے ساتھ) خنزیرصفت شریروں کا مقابلہ کرکے ہرجگہ سے شراور فساد مٹانے والے لوگ ہیں۔
ہماری طاقت،علم اور رہنمائی کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی پاکیزگی کی قوّت ہے۔ ہمارا وجود دنیا میں خدا تعالیٰ کی تقدیس کی تاثیر و برکت سے قائم ہے۔

23. ما مظھرِ آیاتِ جمالیم و جلالیم
ما ھادی و نوریم در فتنۂ صمّاء

24. ما سّرِ وجود از پئے تکوینِ خدائیم
ما نورِ شھودیم بھر مشھدِاَجلیٰ

ہم (احمدی، حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی) جلالی اور جمالی دونوں شانوں کے صرف گواہ ہی نہیں بلکہ ان سے فیض یاب بھی ہوئے ہیں۔ہم اس پُرفتن دور میں اندھیروں میں بھٹکتے لوگوں کی ہدایت ونجات کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔
ہمارے وجود کا اصل مقصد خدا تعالیٰ کے ازلی وابدی نور کو پہچاننا اور اسی اعلیٰ نور کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے۔

25. ھر منزلِ ما منزلِ صد وادیء ایمن
ھر ھیکلِ ما ھیکلِ قدس است چو بطحا

26. اے سالکِ سرگرم دریں منزلِ آداب
ھشدار کہ ایں رہ دمِ تیغ است نہ صحرا

(ہم مسیحِ زماں علیہ السلام کے پیروکار ہیں) ہماری ہرمنزل وادیٔ ایمن ہے (یعنی ہرمنزل پر خدا تعالیٰ کی تائیدات جلوہ گر ہیں)۔
اور ہماری ہرعبادت کا حقیقی مرکز ومحور کعبہ اور ربِّ کعبہ ہے۔
ہروہ شخص جواس جاہ وجلال کے دربارتک رسائی چاہتا ہے، (اسے یادرہے کہ اس عالی دربارتک رسائی آسان نہیں)
یہ راستہ نرم ریت کے صحرا سے نہیں گزرتا بلکہ تیز تلوار کی دھار کی مانند ہے۔

27. قدسی! تو بایں نطق بجو محرمِ اسرار
کایں حکمتِ لاھوت زنا محرمے اخفیٰ

قدؔسی! یہ عالمِ بالا سے متعلق تیری پُر از اسرار باتیں تو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے دل میں نورِاعلیٰ تک رسائی پانے کی جوت لگی ہو۔
یہ آسمانی حکمت کے گہرے راز ایک عامی کے فہم وادراک سے بالا ہیں اور اسکی سوچ کی رسائی بھی ان رازوں تک ممکن نہیں!!

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم ومحترم امیر صاحب امریکہ بتوسط مکرم وکیل التبشیر صاحب لندن

السّلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

اُمید ہے آپ بخیریت ہونگے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو مقبول خدمات سلسلہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل سے ان مساعی میں برکت ڈالے، آمین۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انگریزی تراجم اور نظر ثانی کے سلسلہ میں حضور انور کا تازہ ارشاد ہے کہ:

"انگلش تراجم کے لئے تو بیرون پاکستان جماعتوں مثلاً امریکہ وغیرہ سے اعلان کروا کر یا کسی اور طریق سے اچھے ترجمہ کرنے والے تلاش کئے جا سکتے ہیں جو ترجمہ اور کمپوزنگ دونوں جہتوں سے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔"

اس ارشاد کی تعمیل میں جہاں دوسرے اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں وہاں خاکسار آنمکرم سے بھی گزارش کرتا ہے کہ آنمکرم اُن احباب وخواتین کی نشاندہی فرماویں جو انگریزی اور اُردو ہر دو زبان کے محاورہ پر کامل عبور رکھتے ہوں اور اس کام کے لئے موزوں ہوں۔ ایسے احباب وخواتین سے "ازالہ اوہام" کے پہلے 5 صفحات کا نمونے کا ترجمہ کر کے بھجوا دیں تا معیار کا اندازہ کیا جا سکے اور ان کو کوائف وایڈریس سے بھی مطلع فرماویں۔ علاوہ ازیں ملکی جماعتی رسائل واخبارات میں بھی یہ اعلان بار بار شائع کروا دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

دُعاؤں کی درخواست کے ساتھ

والسلام

خاکسار

محمد علی (دستخط)

وکیل التصنیف

تحریک جدید ربوہ

نوٹ: تمام ایسے احباب جو اُردو سے انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے نام محترم امیر صاحب امریکہ کی خدمت میں درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں:

Dr. Ahsanullah Zafar
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905